اللہ تعالیٰ، خاتم النبیّینؐ اور امامِ وقت نے مسیح موعودؑ کو رسول کہا ہے

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ هُوَ النَّاصِرُ

اللہ تعالیٰ، خاتم النبیّینؐ اور امامِ وقت نے مسیح موعودؑ کو رسول کہا ہے

(تحریر فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی)

مولوی محمد علی صاحب میرے خطبہ کے جواب میں

مولوی محمد علی صاحب نے میرے خطبہ مطبوعہ ''الفضل ۱۸؍جون ۱۹۴۱ء کے جواب میں ایک مضمون شائع کیا ہے مَیں نے اس کے ایک حصہ کا جواب اپنے ۲۴؍جولائی کے خطبہ میں دیتے ہوئے اس امر کا اظہار کیا تھا کہ میں مولوی صاحب کے مضمون کا بقیہ حصص کا جواب اِنْشَاءَ اللّٰہ الگ مضمون کی صورت میں دوں گا سو اس وعدہ کا ایفاء میں آج اس مضمون کے ذریعہ سے کرتا ہوں۔

رفاقت کہاں رہی اور فخر کس بات کا

مولوی صاحب اپنے مضمون کے شروع میں میرے خطبہ کے مطبوعہ عنوان کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ اس خطبہ کا عنوان ہے ''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے متعلق اللہ تعالیٰ آنحضرت صلعم، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، خود مولوی محمد علی صاحب کی شہادت'' اور ''میں اس رفاقت پر جس قدر بھی فخر کروں بے جا نہ ہوگا'' اے کاش! مولوی صاحب سنجیدگی سے یہ فقرہ تحریر فرماتے تو ہمارے دل خوشی سے بھر جاتے اور پھر پُرانے زمانہ کی رفاقت تازہ ہو جاتی مگر افسوس کہ انہوں نے صرف تمسخر کے طور پر یہ فقرہ تحریر فرمایا ہے ورنہ ان کا منشاء یہ

نہیں کیونکہ اِس عنوان کا مطلب تو یہ ہے اللہ تعالیٰ نے بھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اور ایک زمانہ میں خود جناب مولوی محمد علی صاحب نے بھی مسیح موعودؑ کو نبی ہی قرار دیا ہے۔ اگر مولوی صاحب واقعہ میں اِس رفاقت پر فخر کرتے ہیں تو اب بھی اعلان کر دیں کہ مَیں مسیح موعودؑ کو نبی سمجھتا ہوں لیکن اگر اب وہ آپ کو نبی نہیں سمجھتے تو رفاقت کہاں رہی اور فخر کس بات کا۔ وہ تو اُس شخص کو جو دعویٰ نبوت کرے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی غیر تشریعی کلمہ گو اسلامی شریعت کے محافظ نبی کی آمد کا اقرار کرے کافر، دشمنِ اسلام اور خاتم النبیین کا منکر قرار دیتے ہیں۔ اور اگر اس عنوان کا مضمون درست ہے تو وہ تو (خدا تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق دے) اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ، آنحضرت صلی اللہ علیہ فِدَاہُ نَفْسِیْ وَرُوْحِیْ، بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اَیَّدَہُ اللّٰہُ بِنَصْرِہٖ اور خود ۱۹۰۸ء کے پہلے کے مولوی محمد علی صاحب کو خطرناک سے خطرناک الفاظ سے یاد کرنے والے ٹھہرتے ہیں اِن تینوں کی رفاقت تو اِن مولوی محمد علی صاحب کو حاصل ہے جو ۱۹۰۸ء سے پہلے رسالہ ریویو میں انہی کے مطابق خیال ظاہر کیا کرتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی اور رسول کہہ کر پکارا کرتے تھے مگر اِس مضمون کے مولوی محمد علی صاحب تو وہ ہیں جو اُس خدا کی معیت کو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی کہتا ہے، اُس خاتم النبییّن کی معیت کو جو مسیح موعودؑ کو نبی کہتا ہے، اُس امامِ وقت کی معیت کو جو مسیح موعود کو نبی کہتا ہے بلکہ اس مولوی محمد علی صاحب کی معیت کو جو ۱۹۰۸ء سے پہلے ریویو آف ریلیجنز کا ایڈیٹر تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی اور رسول لکھتا تھا ایک قابلِ نفرت اور حقارت بات تصور فرماتے ہیں حتیٰ کہ ان کے اِس فعل کو دیکھ کر اِس مادی دنیا سے دُور اور روحانی عالَم کی فضاؤں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک پُرانی رفاقت کو ٹُوٹتے ہوئے دیکھ کر فرماتے ہیں کہ مولوی محمد علی صاحب ''آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے۔ آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ'' [1]

غیر مبائعین کو پیغامی کیوں لکھا

جناب مولوی صاحب آگے چل کر شکایت فرماتے ہیں کہ میں نے غیر مبائعین کو پیغامی کیوں لکھا ہے اور اِس کا نام ''قادیانی خوش کلامی'' رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ''موزوں بھی یہی ہے کہ جس اسلام کے ہم پیرو اور مبلّغ کہلاتے ہیں اس کی تعلیم کا کوئی نمونہ بھی دنیا کو دکھایا جائے'' [2] پھر فرماتے ہیں کہ میاں صاحب کی اولوالعزمی ہے کہ باوجود لَاتَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ کی طرف توجہ دلانے کے وہ

اِس نام سے ہمیں یاد کرتے ہیں حالانکہ نہ ہم نے اپنا یہ نام رکھا، نہ دنیا میں ہم اس نام سے مشہور ہیں اور اس سے ان کی غرض اپنے مُریدوں کے دلوں میں ہمارے لئے ''تحقیر'' پیدا کرنا ہے۔[۳]

کاش! مولوی صاحب ان الفاظ کو تحریر فرمانے سے پہلے اپنے گھر پر نظر ڈال لیتے اور حقیقت حال کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرتے۔ یہ امر ظاہر ہے کہ احمدی کہلانے والے دو گروہ اِس وقت موجود ہیں اور دونوں ہی لوگوں میں معروف ہیں ان میں اختلاف بھی ہے اور ایک دوسرے کے بعض عقائد اور افعال سے وہ اپنے آپ کو بری بھی قرار دینا چاہتے ہیں اس ضرورت کے ماتحت جناب مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کو بار بار غیر احمدیوں میں یہ لٹریچر شائع کرنا پڑتا ہے کہ ''قادیانی'' لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں اور ہم انجمن احمدیہ اشاعت اسلام والے ایسے عقیدہ کو کُفر قرار دیتے ہیں اسی طرح ہم لوگوں کو بھی اس عقیدہ سے براءت کرنی پڑتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بابِ ترقیات کو روکنے والے تھے اور قطعی وحی کا دروازہ بند کرنے والے تھے اور یہ کہ مسیح موعودؑ اپنے درجہ اور مقام میں پہلے مسیح سے کم ہیں بلکہ سب نبیوں سے کم ہیں گویا جو کچھ ہے پہلا مسیح ہے دوسرا کچھ بھی نہیں اب ہم دونوں فریق احمدی کہلاتے ہیں اور اپنے آپ کو احمدی کر کے پیش کرتے ہیں۔ لازماً اِس مجبوری کی وجہ سے ہمیں کوئی علامت ایسی بیان کرنی پڑتی ہے جس سے دوسرے فریق کو سمجھایا جا سکے اور بولنے والے شخص اور مشارٌالیہ شخص میں کوئی امتیاز قائم ہو جائے اِس غرض کو پورا کرنے کے لئے کبھی تو ہم اپنے آپ کو مبائع احمدی اور مولوی صاحب اور ان کے رفقاء کو غیر مبائع احمدی کہتے اور لکھتے ہیں اور کبھی ہم اپنے آپ کو قادیان سے تعلق رکھنے والے احمدی اور آپ لوگوں کو لاہور سے تعلق رکھنے والے احمدی بھی لکھتے رہے ہیں۔ اس پر لاہور کی مبائع جماعت نے اعتراض کیا کہ لاہور میں نہ غیر مبائعین کا زور ہے نہ اکثریت۔ اکثریت تو ہماری ہے اس طرح دھوکا لگتا ہے پس ان کو لاہوری یا لاہور سے تعلق رکھنے والے نہ کہا جائے تب بعض لوگوں نے بطورِ شناخت آپ لوگوں کو پیغامی لکھنا شروع کر دیا۔ اور بعض دفعہ یہ لفظ مَیں بھی استعمال کر لیتا ہوں اِس میں گالی یا سبّ وشتم یا استہزاء یا تَنَابُزْ بِالْاَلْقَابْ کا کیا دخل ہے۔ کیا پیغام کوئی گندہ لفظ ہے یا اس سے مخفی اشارہ کسی اور تعلق کی نفی کا نکلتا ہے کہ جس کی وجہ سے آپ کو یہ بُرا لگتا ہے اگر ایسا ہے تو آپ اظہار فرما دیں ہم اِس سے حتی الوسع اجتناب کرینگے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے پیغام کا لفظ کسی خاص بُرے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا اور نہ اِس تعلق سے ضمناً یا اشارۃً کسی اور تعلق کی نفی کا مفہوم نکلتا ہے سوائے اس کے کہ یہ مضمون نکلتا ہے

کہ یہ لوگ پیغام کے بِالمقابل اخبار ''الفضل'' سے تعلق نہیں رکھتے اور یہ مفہوم کوئی بُرا مفہوم نہیں کہ اس پر بُرا منایا جائے۔

خلاصہ کلام یہ کہ یہ لفظ تحقیر اور تذلیل کے لئے نہیں بلکہ ایک امتیازی علامت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور ہماری نیت اِس سے ہرگز کسی بُرے مفہوم کی طرف اشارہ کرنے کی نہیں ہوتی اور ہو بھی کیا سکتی ہے جب کہ پیغام کسی گندی یا مکروہ یا قابلِ تحقیر چیز کا نام نہیں ہے۔

مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کا طریقِ عمل

جناب مولوی صاحب جو اس زور شور سے مجھے لَاتَنَابَزُوْابِالْاَلْقَابِ کا مخاطب اور بُرا نمونہ دکھانے کا مُجرم قرار دیتے ہیں خود اِسی مضمون میں ہم کو ''قادیانی''[۴] لکھتے ہیں جیسا کہ ان کے الفاظ ''قادیانی خوش کلامی'' سے ظاہر ہے۔ اور پھر ان کے مضمون کے حاشیہ میں بھی ہمیں قادیانی لکھا گیا ہے۔ (نہ معلوم ان کی طرف سے یا وہ پیغام کی طرف سے)

خود مولوی صاحب کے دل میں بھی یہ خدشہ پیدا ہؤا ہے کہ جس امر کا الزام دیتا ہوں اس سے بڑے جُرم کا مَیں اور میرے دوست مُرتکب ہیں اس لئے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''ہم کو پیغامی کہا جاتا ہے حالانکہ نہ ہم نے کبھی اپنا وہ نام رکھا نہ دنیا میں ہم اس نام سے مشہور ہیں''[۵] اور اس طرح یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اگر لوگوں میں کوئی نام مشہور ہو جائے تو اس نام سے پکارنا معیوب نہیں اور ان کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ یو، پی وغیرہ کی طرف احمدیوں کو قادیانی کہا جاتا ہے اس لئے قادیانی کہنا کوئی معیوب امر نہیں۔ مگر مولوی صاحب نے یہ خیال نہیں کیا کہ اول تو یو، پی وغیرہ میں سب احمدیوں کو قادیانی کہا جاتا ہے نہ کہ صرف ان احمدیوں کو جو بیعتِ خلافت میں شامل ہیں اور آج اِس کا استعمال شروع نہیں ہؤا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے آپ پر ایمان لانے والوں کو قادیانی کہا جاتا تھا۔ پس اِن لوگوں کے محاورہ میں قادیانی کے لفظ سے ہم ہی لوگ مراد نہیں بلکہ اس میں مولوی صاحب اور ان کے رفقاء بھی شامل ہیں ان کی مراد تو قادیانی سے مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ السلام) کے مُرید ہیں۔ کیا مولوی صاحب اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود کا مرید سمجھتے ہیں یا نہیں؟ اگر سمجھتے ہیں تو ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ہمارا امتیازی نام نہیں بلکہ ہر احمدی کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے یو، پی میں یہی نام ہے جس طرح پنجاب میں تمام احمدیوں کا نام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے

''مرزائی'' مشہور ہے۔ کیا وہ اسے پسند کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے افراد کو خواہ مبائعین میں سے ہوں یا مولوی صاحب کے رفقاء میں سے ہوں احمدی کی جگہ قادیانی یا مرزائی کہا جائے؟ اگر نہیں تو ہماری جماعت کو اِس نام سے پکارنا کیا لَاتَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ کے حکم کے ماتحت نہیں؟ اور اگر وہ اسے بُرا نہیں سمجھتے تو پھر احمدی کہلانے کی ان کو ضرورت نہیں۔ یوپی میں قادیانی اور پنجاب میں مرزائی نام عوام کی زبان پر بلکہ بہت سے خواص کی زبان پر جاری ہو چکا ہے مولوی صاحب کا لَاتَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ کی آیت مجھے سنانے کی بجائے اپنے دوستوں کو سنانی چاہئے کیونکہ ہم تو اگر پیغامی یا غیر مبائع ان کو کہتے ہیں تو پھر بھی اس سے پیغامی احمدی یا غیر مبائع احمدی مراد لیتے ہیں لیکن ان کے رُفقائے کار کی حالت مندرجہ ذیل حوالہ سے ظاہر ہے۔

پیغام صلح ۱۲ر دسمبر ۱۹۱۷ء کے صفحہ ۲ پر لکھا ہے ''معلوم نہیں ''الفضل'' کو یہ کس نے بتا دیا کہ ہم نے کبھی ان بھیڑوں کے قائمقام ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے جو اپنی عقل وفہم کو بالائے طاق رکھ کر اپنی نکیل ایک شخص کے ہاتھ میں دے چکے ہیں۔ اور نہ قرآن حدیث سے انہیں واسطہ ہے اور نہ حضرت مسیح موعود کی تعلیمات سے۔ ''الفضل'' کو مطمئن رہنا چاہئے کہ ہم نے کبھی ایسے لوگوں کے قائم مقام ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہم ان کو احمدی کہہ کر پکارتے ہیں۔ ان کا نام محمودی ہے احمدی نہیں''

میں جناب مولوی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ یہ تو آپ کے نزدیک لَاتَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ کے خلاف نہ ہوگا اور یقیناً یہ کلمات آپ اور آپ کے رفقاء کی ''اُولوالعزمی'' پر دلالت کرتے ہونگے۔ اور ''جس اسلام کے'' آپ'' پیرو اور مبلّغ کہلاتے ہیں اس کی تعلیم کا کوئی ''اچھا سا نمونہ دنیا کو دکھانے کے لئے'' لکھے گئے ہونگے کیا یہی وہ اسلامی نمونہ ہے جو آپ پیش کرتے ہیں اور تمام احمدی جماعت جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہزاروں صحابہ بھی شامل تھے ان کا نام بھیڑیں رکھ کر اور پھر ان کے ناکوں میں نکیلیں دے کر کس طرح لَاتَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ کے حکم پر عمل فرماتے ہیں؟ آپ غصہ میں آ کر اِس کا یہی جواب دیں گے کہ بعض الفاظ جو ہماری جماعت کی طرف سے جواباً لکھے گئے ہوں اُنہیں پیش کریں۔ لیکن یاد رہے کہ قرآن کریم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ[۶] اگر ایسے الفاظ جو جوابی طور پر لکھے گئے ہوں آپ پیش بھی کر دیں تو سوال یہ باقی رہ جاتا ہے۔ کہ لَاتَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ کا طعنہ دیتے وقت آپ کو اپنے اور اپنے رُفقاء کی اصلاح کا تو خیال رکھنا چاہئے تھا۔ جس چیز کو آپ گناہ قرار

دیتے ہیں اُس میں آپ اور آپ کے ساتھی کیوں ملوّث ہوئے اور کیوں آپ نے اپنے آپ کو اور اپنے دوستوں کو نصیحت نہ کی؟

آپ کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم آپ کو پیغامی کہیں یا غیر مبائع، ساتھ ہی احمدی بھی کہتے ہیں۔ لیکن آپ کی طرف سے یہ اعلان ہے کہ ''نہ ہم ان کو احمدی کہہ کے پُکارتے ہیں۔ ان کا نام محمودی ہے احمدی نہیں۔''

پھر مولانا! آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ احادیث سے ثابت ہے کہ مسلمانوں کا نام کفار میں صابی مشہور تھا۔ جب کوئی مسلمان ہوتا تھا تو لوگ کہتے تھے فلاں شخص صابی ہو گیا ہے۔ کیا دشمنوں میں اِس شُہرت کی وجہ سے مسلمان کو صابی کہنا درست ہوگا؟ کاش! آپ غور فرماتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ لوگوں میں کسی نام سے کسی کا مشہور ہو جانا دوسروں کو یہ حق نہیں دے دیتا کہ وہ اسے اس نام سے پکاریں۔ اصل سوال تو یہ ہوتا ہے کہ اس نام سے پکارنے کی کوئی خاص وجہ ہے اور کیا اس نام میں کوئی سُبکی یا تحقیر کا پہلو تو نہیں اور اگر آپ غور فرماتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ پیغامی نام محض امتیازی ہے اور پیغام کا لفظ ہرگز گالی نہیں۔ لیکن محمودی کا لفظ یقیناً گالی ہے کیونکہ اِس سے آپ کے رُفقاء کا (جیسا کہ حوالہ اوپر آ چکا ہے) اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ ایسے لوگ احمدی نہیں ہیں ہاں اگر آپ امتیاز کے طور پر ہمارے لوگوں کو بدلہ لینے کے لئے ''الفضلی'' کہیں تو یہ صحیح جواب ہوگا اور اس کی کوشش آپ کی جماعت کر بھی چکی ہے مگر چونکہ اس میں انہیں کامیابی نہیں ہوئی اس لئے وہ اسے چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

مولوی محمد علی صاحب اور بلّی کا محاورہ

میں نے کسی جگہ لکھا تھا کہ بعض لوگ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ ہم محفوظ ہو گئے ہیں مولوی صاحب اس کا ذکر فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ''ابھی ابھی مولانا غلام حسن صاحب اور صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب (دو کبوتروں) کی گردن مروڑ چکے ہیں کیونکہ ان بزرگوں کے عقیدے اب تک وہی ہیں جو ہمارے ہیں مگر عقائد کی طرف سے انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اور قادیانیت کی بلّی کا شکار ہو گئے''[ے]

مولوی صاحب کو اس سے خوشی تو بہت ہوئی ہو گی کہ مولوی غلام حسن صاحب اور صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب کو اگر بحث اور مباحثہ میں نقصان نہیں پہنچا سکے تو کم سے کم اپنے مضمون میں ان بزرگوں کی گردن مروڑنے کا فقرہ استعمال کر کے اپنے دل کو ٹھنڈک پہنچا لی گئی۔

اور ’’قادیانیت کی بلّی‘‘ کا لفظ استعمال کر کے بھی دل ٹھنڈا کر لیا مگر یہ امور انسانوں کی نگاہ میں تو مزے دار جواب کہلا سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں یہ امور ناپسندیدہ ہیں مگر مولوی صاحب کو میں کیا نصیحت کروں کہ اس سے بڑھ کر ان کے پاس نصیحت موجود ہے یعنی وہ قرآن کریم کے مفسّر ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت پا چکے ہیں مگر باوجود اس کے کہ وہ جناب مولوی غلام حسن صاحب کو خلیفۃ المسیح تجویز کر چکے ہیں اور ان کے اخبار ’’پیغام صلح‘‘ میں انہیں ’’خلیفۃ المسیح‘‘ لکھا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ ’’پیغام صلح‘‘ ۱۹؍دسمبر ۱۹۱۷ء میں جو ان کی انجمن کے سالانہ جلسہ کا پروگرام چھپا ہے اس میں جناب مولوی غلام حسن صاحب کے مضمون کا یُوں اعلان کیا گیا ہے۔

’’حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی غلام حسن خان صاحب پشاوری‘‘

آج وہ جناب مولوی صاحب کی نسبت گردن مروڑنے کی پھبتی اُڑاتے ہیں۔ اس کا علاج تو اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔

جناب مولوی محمد علی صاحب کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ بلّی کا محاورہ ان کا پُرانا محاورہ ہے۔ آج میری ایک تمثیل پر ہی انہیں یہ پھبتی نہیں سُوجھی بلکہ اس سے پہلے بھی دوسروں کو بلّی بنانے کا شوق وہ پورا کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ ’’پیغام صلح‘‘ ۳۰؍جولائی ۱۹۴۰ء میں میرے خطبہ سے ایک سال پہلے جناب مولوی محمد علی صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ حکیم عبدالعزیز بار بار خلیفہ صاحب کو مباہلہ کا چیلنج دے رہے ہیں۔ ’’اور ان کے مقابلہ میں خلیفہ صاحب بھیگی بلّی بنے بیٹھے ہیں‘‘

کیا میں اِس پر کہہ سکتا ہوں کہ اے ’’اسلام کے پیرو اور مبلّغِ اسلام‘‘ بلکہ مفسّرِ قرآن کریم آپ کا یہ فقرہ کس طرح اسلامی اخلاق کا نمونہ پیش کر رہا ہے۔ دوسرے کی ایک مثال پر اِس قدر غم وغصہ کا اظہار ہے مگر خود یہ حالت ہے کہ اپنے شیر حکیم عبدالعزیز کے سامنے بلّی نہیں بلکہ بھیگی بلّی بنا کر مجھے بٹھا دیا ہے اور خود اس نظارہ کا لُطف اُٹھا رہے ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کی گوہر افشانی

ناظرین دیکھ چکے ہیں کہ جناب مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کے نزدیک جماعت احمدیہ کے تمام افراد بھیڑیں ہیں۔ (جو ایک نجاست خور جانور ہے) اور بھیڑیں بھی ایسی کہ وہ عقل و خِرد کو بالائے طاق رکھ چکی ہیں اور ان سب کے

ناکوں میں نکیل پڑی ہوئی ہے اور ان کا امام ایک بلّی ہے اور وہ بھی بھیگی ہوئی اور وہ بھیڑیں تو اپنے امام کے ہاتھ میں نکیلیں دے کر بے بس ہو کر بیٹھی ہوئی ہیں اور امام خود بھیگی بلّی بن کر مولوی صاحب کے شیر حکیم عبدالعزیز کے سامنے بے کس ہو کر دبکا بیٹھا ہے گویا یہ ساری کی ساری جماعت جانوروں کی شکل میں جناب مولوی صاحب کے ایک ہی بہادر جرنیل کے آگے اس طرح دبکی بیٹھی ہے کہ اسے تابِ مجال نہیں ہے۔ مگر اسی پر بس نہیں مولوی صاحب بقول خود ''اسلامی تعلیم کے'' اور بھی کئی نمونے پیش فرماتے ہیں اور خوش کلامی کی مثالیں بہم پہنچاتے ہیں۔

چنانچہ ۳۰ / جولائی ۱۹۴۰ء کے پرچہ میں میری نسبت تحریر فرماتے ہیں ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ یہ کیسا ظالم انسان ہے'' [9]

پھر اور گوہر افشانی ملاحظہ ہو ۱۷ / جنوری ۱۹۳۸ء کے پیغام میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''دعاؤں کو ہم کیا کریں دعائیں تو حضرت نوحؑ نے بھی اپنے بیٹے کے متعلق بہت کی تھیں'' [10] اس فقرہ سے اِس قدر کا بھی علم ہو جاتا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کی مولوی صاحب کے دل میں ہے۔ ''دعاؤں کو (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کو) ہم کیا کریں''۔ اِس جملہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ کس گہری عقیدت کا اظہار، کس ایمان کا مظاہرہ ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اِس عقیدت کے بعد مجھے تو کسی امید رکھنے کی گنجائش ہی نہیں۔ پھر مجھے کیا شکوہ کہ مولوی صاحب نے مجھے ابنِ نوح قرار دیا ہے اور یہ ایک دفعہ نہیں کہا گیا بلکہ مولوی صاحب کے رُفقاء دیر سے اس لفظ کا استعمال کرتے چلے آئے ہیں۔

مولوی صاحب اور ان کے رفقاء کے اس خروار [11] میں سے ایک اور لطیف دانہ بھی قابلِ ملاحظہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں ''میاں صاحب خوب یاد رکھیں کہ انہوں نے اپنے لئے جو فرضی خلافت تجویز کی ہے اس کی مثال انہیں خلفائے راشدین میں نہیں ملے گی بلکہ اگر ملے گی تو صرف باطنیہ فرقہ میں ملے گی جنہوں نے قتل و غارت اور ہر قسم کے فسق و فجور کو جائز کرنے کے لئے یہ دروازہ کھولا تھا اور آج میاں صاحب یہ کہہ کر کہ مجھ پر سچا اعتراض کرنے والا بھی جہنم میں جائے گا حسن بن صباح کی پیروی کر رہے ہیں'' [12]

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ مولوی صاحب ہماری جماعت کو باطنی فرقہ کے مشابہہ اور مجھے حسن بن صباح اور قتل و غارت اور فسق و فجور کو جائز کرنے والا قرار دیتے ہیں مگر ان کے نزدیک یہ گالی نہیں، یہ تَنَابُز بِالْاَلْقَابْ نہیں، یہ اسلام کی پیروی اور اس کے مبلّغ ہونے کے خلاف نہیں،

یہ اسلام کی تعلیم کا اعلیٰ نمونہ ہے اور ایک مفسّرِ قرآن کی شان کے عین مطابق۔

ان مبلغینِ اسلام کے اسلامی تعلیم کے نمونوں میں سے وہ نمونہ بھی قابلِ توجہ ہے جو مولوی محمد علی صاحب کی انجمن کے ایک مبلّغ سید اختر حسین صاحب نے دکھایا ہے۔ انہوں نے ایک مضمون لکھا ہے جس کا عنوان ہے ''قادیانی خلیفہ محمد رسول اللہ صلعم کا بدترین دشمن ہے۔'' [۱۳]

کیا ہی اعلیٰ درجہ کا یہ اخلاقی نمونہ ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کو کس قدر بڑھانے والا مضمون ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں ابوجہل، عتبہ، شیبہ پیدا ہوئے اور انہوں نے سخت سے سخت مخالفتیں کیں لیکن وہ بدترین دشمنی کا نمونہ پیش نہ کر سکے، ابولہب بھی اِس سے قاصر رہا اِس کے بعد ہزاروں دشمن پیدا ہوئے پادریوں میں سے فنڈر، ہندوستان میں آتھم، فتح مسیح اور وارث وغیرہ لوگ پیدا ہوئے۔ ہندوؤں میں سے لیکھرام اور مصنّف ''رنگیلا رسول'' لوگ پیدا ہوئے مگر اسلام کو بدترین دشمن نہ ملا اِس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا تا کہ ان کے نُطفہ سے وہ شخص پیدا ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بدترین دشمن ثابت ہوا اور باوجود اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ خبر بھی دے دی کہ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُلَهٗ [۱۴] رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت اور آپ کے ادب کی یہ ایک عمدہ مثال ہے۔

مگر اسی پر بس نہیں مولوی صاحب کے بعض رفقاء نے مجھے ''یزید'' کے لقب سے یاد فرمایا اور بعض احمدی دوستوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا تو مولوی صاحب نے ان کے زخمِ دل پر ان الفاظ میں مرہم رکھا کہ ''باقی رہا یہ کہ کسی نے میاں صاحب کو یزید سے مشابہت دے دی تو یہ کوئی گالی نہیں یزید بھی تو اُولُوا الْاَمْر میں سے تھا'' [۱۵]

ہر سمجھدار انسان سمجھ سکتا ہے کہ یہ جواب کیسا معقول ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر مولوی صاحب کو اس لئے کہ وہ امیر کہلاتے ہیں اور اُولُوا الْاَمْر کا دوسرا نام عربی میں امیر ہے کوئی شخص یزید کہے تو یقیناً وہ اس پر خوش نہ ہوں گے اور یہ نہ فرمائیں گے کہ یزید بھی اُولُوا الْاَمْر تھا اور میں بھی بوجہ امیر جماعت ہونے کے اُولُوا الْاَمْر ہوں اس لئے یہ گالی نہیں بلکہ صرف میری شان کا اظہار ہے۔

یہ تمسخر مولوی صاحب نے مجھ سے نہیں کیا بلکہ ان تمام انبیاء سے جن کو خدا تعالیٰ نے مأمور کیا تھا ان سے کیا ہے اور خلفائے راشدین سے بھی کیا ہے کیونکہ حضرت موسیٰ بھی اُولُوا الْاَمْر تھے،

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُولُو الْاَمْر تھے، حضرت ابوبکرؓ بھی اُولُو الْاَمْر تھے، حضرت عمرؓ بھی اُولُو الْاَمر تھے، حضرت عثمانؓ بھی اُولُو الْاَمْر تھے اور حضرت علیؓ بھی اُولُو الْاَمْر تھے۔ اگر کسی شخص کے اُولُو الْاَمْر ہونے کی وجہ سے یزید کا نام اس کے لئے استعمال کرنا کوئی شخص جائز سمجھتا ہے تو وہ اپنی عاقبت کو خراب کرتا ہے۔ اور ان کو گالی دیتا ہے جن کے آگے خدائے قہّار بطور ڈھال کھڑا ہے۔

مولوی صاحب نے جن رفقائے کار کے اوپر والے اسلامی نمونہ کی تشریح فرمائی ہے مضمون نامکمل رہے گا اگر مَیں ان کی تحریروں کے بعض اقتباس بھی پیش نہ کروں۔ ان کی انجمن کے ایک معزز رُکن اور مدعی الہام مولوی محمد یامین صاحب داتوی تھے انہوں نے اس مضمون پر ''دارالخلافہ دمشق'' (یعنی قادیان موجودہ) کے عنوان کے نیچے یُوں خامہ فرسائی فرمائی ہے۔

''بے شک قادیان دمشق ہے اور قادیان کے پیدا شُدہ اکثر یزیدی ہیں اور جہاں یزیدی ہوں وہاں ایک خلیفۂ یزید کا ہونا بھی ضروری ہے اور الہامات پر بھی ایمان لانا ضروری ہے کہ جس طرح شامی دمشق میں دوسرا خلیفہ یزید تھا یہاں بھی اس دمشق میں دوسرا ہی خلیفہ یزید از روئے حدیث نبوی و الہام مسیح موعود اور واقعاتِ چشم دید سے کہلایا۔ اور جس طرح پہلے یزید کا باپ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھا............ خلیفہ تھا ایسا ہی یزید ثانی کا باپ بھی............ خلیفہ ہی تھا۔ اور جس طرح پہلے یزید کی خلافت میں ایک خلیفہ (علیؓ) کے بیٹے کی جان ضائع ہوئی ویسے ہی اس خلافت کے ایام میں بھی ایک خلیفۂ برحق کے بیٹے کی جان ضائع ہوئی۔''[۱۶]

اس حوالہ سے مندرجہ ذیل امور ظاہر ہیں:-

اول۔ لکھنے والے کے نزدیک اکثر باشندے قادیان کے (اور یہ احمدی ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ وہی یہاں کی اکثریت ہیں) یزیدی ہیں۔ ہاں مضمون نگار نے اکثر کا لفظ استعمال فرما کر اپنے اعلیٰ اخلاق کو قائم رکھنے کے لئے غیر احمدیوں، ہندوؤں اور سِکھوں کو مستثنٰی کر لیا ہے تا ان کے حق میں بے انصافی نہ ہو جائے۔

دوم۔ احمدیوں کا خلیفۂ دوم یزید ثانی ہے۔

سوم۔ اس نے ایک خلیفۂ برحق (یعنی حضرت خلیفۂ اول) کے ایک لڑکے کو مَروا دیا۔ (یعنی

عزیزم عبدالحئی مرحوم کو جو ٹائیفائڈ سے فوت ہؤا۔)

چہارم۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے اُموی خلیفہ معاویہ کے مثیل تھے۔ اور دوسرا اُموی خلیفہ ان کا بیٹا یزید ثانی ہؤا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو معاویہ کا مثیل اور خلیفہ قرار دے کر اس پر نوٹ لکھا ہے کہ:-

''اگرچہ اب انجمن نبی سازانِ قادیان نے مرنے کے بعد ان کو نبی بنا دیا ہے۔''

یعنی یزید ثانی کا باپ ہونے کے لحاظ سے ان کے معاویہ کا مثیل اور خلیفہ ہونے کا ثبوت ظاہر اور باہر ہے۔ ان کو نبی قرار دینا قادیان کے نبی ساز لوگوں کی کارستانی ہے ورنہ یزیدِ اول کا باپ اگر خلیفہ تھا تو یزیدِ ثانی کا باپ نبی کیونکر ہوسکتا ہے؟

اللہ! اللہ! میری دشمنی میں یہ لوگ کس قدر بڑھ گئے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درجہ ابو یزید اور معاویہ کا سا قرار دیتے ہیں حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے معاویہ کی خلافت کو ملوکیت قرار دیا ہے اور خلفائے راشدین سے خارج کیا ہے۔ ہاں اس شخص کے نزدیک حضرت مولوی نورالدین صاحب علیؓ کی طرح خلیفہ تھے گو یہ تشریح نہیں کی کہ معاویہ اور یزید کے درمیان علیؓ کس طرح آ دھمکا اور نہ یہ بتایا ہے کہ اگر حضرت مولوی نورالدین صاحب بھی خلیفہ تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی خلیفہ تھے تو پھر یہ یزیدِ ثانی دوسرا خلیفہ کیونکر ہو گیا۔ جیسے کہ لکھا ہے:-

''یہاں بھی اس دمشق میں دوسرا ہی خلیفہ یزید اور ازروئے حدیث والہام مسیح موعود اور واقعاتِ چشم دید سے کہلایا۔''

اگر حضرت مولوی صاحب خلیفہ تھے تو پھر تو میں تیسرا خلیفہ قرار پاتا ہوں اور ساری دلیل جس پر بنیاد مضمون کی رکھی گئی ہے باطل ہو جاتی ہے۔ اِس ادب کو بھی ملحوظ رکھا جائے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاویہ اور آپ کے خادم اور شاگرد کو جس کی ساری عزت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں تھی علی قرار دیا گیا ہے۔ اور پھر اِس کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گو حضرت معاویہ کی نسبت یہ لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کے زمانہ میں وہ باغی اور طاغی تھے اور لکھا ہے کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ''وَ مَنْ قَاتَلَهٗ فِیْ وَقْتِهٖ فَبَغٰی وَ طَغٰی''[۱۲] یعنی جو لوگ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں آپ کے مقابلہ پر لڑتے رہے وہ

اس زمانہ میں ضرور باغی اور طاغی تھے پس معاویہ کی مشابہت کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی گویا کسی وقت باغی اور طاغی رہے تھے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ۔

جناب مولوی محمد علی صاحب کے اس طرح ان لوگوں کی پیٹھ ٹھونکنے کا کیا نتیجہ نکلا؟ وہ مندرجہ ذیل حوالہ سے ظاہر ہے جب مولوی صاحب نے اپنے رفقاء کی اِس گالی گلوچ کی جی بھر کر داد دی اور اپنے نزدیک ان کے اس فعل کو مستحسن اور عین مطابقِ اسلام ثابت کر دیا تو پھر ان کے اتباع کیوں نہ اِس حملہ میں اور دلیر ہو کر اپنے امیر کی داد کے طالب ہوتے۔ چنانچہ مولوی صاحب کی یزید کے لقب کی تشریح کے بعد انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کے ایک پروفیسر اور مبلغ مولوی احمد یار صاحب نے اپنے ایک مضمون میں ذیل کے فقرات لکھے:۔

''عبارت بالا سے کم از کم دو باتیں نہایت واضح طور پر معلوم ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت مرزا صاحب سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے مشابہت رکھتے ہیں۔ دوسری یہ کہ قادیان نے بوجہ دمشق کے مشابہہ ہونے کے کسی یزیدی الصفت خلیفہ کا پایۂ تخت ہونا ہے جو قِسم قِسم کے جھوٹے منصوبے باندھے گا اور ہزارہا طرح کے ظالمانہ احکام نافذ کرے گا۔''

پھر لکھا ہے کہ:۔

''ایسا ہونا ضروری تھا تا کہ حضرت مسیح موعود کی مشابہت حضرت امام حسین کے ساتھ اور قادیان کی دمشق کے ساتھ بالکل مکمل طور پر پوری ہو جائے۔ اگر قادیانی خلیفہ اور اس کے رفیق کار ایسی سازشیں اور نازیبا حرکات نہ کرتے جس سے جماعت لاہور کے پاک ممبروں کو مجبوراً قادیان چھوڑنا پڑا تو پھر قادیان دمشق کے مشابہہ اور یزید کا پایۂ تخت کیسے بنتا؟''[۱۸]

یہ حوالہ اپنی حقیقت کا آپ مظہر ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس مبلّغِ اسلام کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام مشابہہ بہ حسین تھے اور دوسرے یہ کہ قادیان دمشق ہے اور اس نے ایک یزیدی الصفت کا (جو بقول صاحبِ مضمون اس امام حسین کا بیٹا ہے) پایۂ تخت ہونا تھا۔ تیسرے یہ کہ میں قِسم قِسم کے جھوٹے منصوبے باندھتا ہوں اور ہزارہا ظالمانہ احکام جاری کرتا ہوں۔ چوتھے یہ کہ لاہور کے پاک ممبران کو میری اور میرے رفقاء کار کی سازشوں اور نازیبا حرکات کی وجہ سے قادیان چھوڑنا پڑا اور پانچویں یہ کہ قادیان یزید کا پایۂ تخت ہے۔

استدلال کی خوبی تو ظاہر ہی ہے۔ پہلے ممبر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو معاویہ بنا کر مجھے یزید ثابت کیا تھا۔ دوسرے مبلّغ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو امام حسین ثابت کر کے مجھے یزید ثابت کرنے کی کوشش کی ہے گویا پہلا یزید بھی حضرت امام حسین کے بعد گزرا تھا اور ان کا بیٹا تھا۔ حالانکہ اگر استدلال پر غور کیا جائے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام امام حسین کے مثیل ثابت نہیں ہوتے بلکہ ''لاہور کے پاک ممبر'' جس سے مراد جناب مولوی محمد علی صاحب ہیں کیونکہ وہی قادیان سے گئے ہیں مثیلِ امام حسین ثابت ہوتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عقیدت جو اِن مبلّغ صاحب کو ہے وہ بھی ظاہر ہے اوپر کے حوالہ میں دو دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر آیا ہے اور دو دفعہ امام حسینؓ کا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام کے ساتھ ایک دفعہ بھی ''علیہ السلام'' کا لفظ نہیں لکھا۔ مگر حضرت امام حسینؓ کے نام کے ساتھ ایک دفعہ مفصّل علیہ السلام لکھا ہے اور دوسری دفعہ ان کے نام کے اوپر ''ؑ'' جو علیہ السلام کا نشان ہے ڈالا ہے جن لوگوں کے دلوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ادب باقی رہ گیا ہے ان سے مجھے اور دوسرے احمدیوں کو کسی نیک سلوک کی کیا امید ہوسکتی ہے **نُفَوِّضُ اَمْرَنَا اِلَی اللّٰہِ ھُوَ وَلِیُّنَا وَ حَافِظُنَا وَ نَاصِرُنَا عَلَیْہِ تَوَکَّلْنَا وَ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ۔**

میں نے اپنے خطبہ میں کہا تھا کہ بعض لوگ ہر بات کا انکار کر دیتے ہیں ان کی مثال اس تماشہ کی سی ہے کہ بازی گر بعض دفعہ کرتب دکھاتے ہیں تو ان میں سے ایک کہہ دیتا ہے۔ میں نہ مانوں۔ مولوی صاحب اس پر بہت ناراض ہوئے ہیں حالانکہ یہ صرف انکار کرنے کی مثال ہے ورنہ اگر اس سے نٹوں سے مشابہت مراد ہو تو جیسا کہ خود مولوی صاحب نے تحریر فرمایا ہے بازی گر خود مَیں بنتا ہوں۔ پس جبکہ اس مثال کو اگر بازی گروں سے مشابہت مانا جائے تو خود میں اپنے آپ کو بازی گر قرار دیتا ہوں۔ تو یہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اس مثال سے مراد اس طبقہ سے مشابہت دینا ہے بلکہ اس سے مراد تو صرف انکار پر اصرار کی ایک مثال دینا ہے۔

سالہا سال سے ایک غلط اعتراض کا تکرار

اس کے بعد مولوی صاحب نے خطبہ کے مضمون کا جواب دینے کی طرف توجہ فرمائی ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ وہ میرے مضمون کو قارئینِ پیغام کے سامنے لانے کو تیار ہیں بشرطیکہ مَیں ان کے مضمون کو جس کا مَیں جواب لکھ رہا ہوں۔ ''الفضل'' میں شائع کرا دوں۔ اِس تجویز کو پیش کرنے کے بعد میرے جواب کا انتظار کئے بغیر مولوی صاحب یہ فیصلہ فرما دیتے ہیں کہ گویا میں

نے ان کی اس تجویز کو ردّ کر دیا ہے اور ان کے خیالات کو اخبار میں لانے سے ڈر گیا ہوں اور نہایت زور سے جماعت احمدیہ پر یُوں اتمامِ حُجت فرماتے ہیں کہ:-

''اگر جناب میاں صاحب غور نہیں فرماتے تو ان کے مرید ہی غور کریں کہ اپنے دلائل کو کمزور کون شخص سمجھتا ہے۔ وہ جو دوسرے کے دلائل کو اپنی جماعت کے سامنے آنے سے روکتا ہے یا وہ جو بار بار یہ سہل سی تجویز پیش کر چکا ہے''[19] (یعنی مولوی صاحب کا یہ مضمون اور میرا مضمون اکٹھا شائع ہو جائے)

افسوس مولوی صاحب مفسّرِ قرآن ہیں اور قرآن کریم کی اِس تعلیم کو پڑھتے ہیں کہ عدل وانصاف سے کام لینا چاہئے لیکن ابھی ان کا مضمون چھپا تک نہیں مجھے اس کے مضمون کا علم تک نہیں ہؤا اور وہ جماعتِ مبائعین کے سامنے یہ حُجت بھی پیش کرنے لگ جاتے ہیں کہ بتاؤ تمہارا خلیفہ سچا ہے جو میرا یہ مضمون چھاپنے کو تیار نہیں یا میں سچا ہوں جس نے اِس کا خطبہ چھاپنے پر آمادگی ظاہر کر دی ہے۔مَیں حیران ہوں کہ دنیا کا کونسا انسان اس تحریر کو معقول قرار دے گا۔

مَیں اِس حصہ کا جواب پہلے دے چکا ہوں اور وہ ''الفضل'' میں شائع ہو چکا ہے۔(الفضل ۲۶رجولائی ۱۹۴۱ء) اور اب مختصر جواب اِس کا یہ ہے کہ مَیں ''الفضل'' ۱۴راگست ۱۹۴۱ء میں جناب مولوی صاحب کا مضمون شائع کرا چکا ہوں اور آج اس کا جواب شائع کر رہا ہوں۔اب دیکھتا ہوں کہ جناب مولوی صاحب عام دستور کے مطابق میرا مضمون، اپنا جواب اور میرا جواب الجواب اپنے اخبار میں چھاپتے ہیں یا نہیں۔ میں انصاف کے تقاضے کے مطابق ہرگز یہ نہیں کہتا کہ اے مولوی محمد علی صاحب کے رفقاء! آپ کا امیر سچا ہے جس نے میرا مضمون اخبار ''پیغامِ صلح'' میں نہیں شائع کیا یا مَیں جس نے آپ کے امیر کا مضمون اخبار ''الفضل'' میں شائع کر دیا ہے بلکہ میں مولوی صاحب کے عمل کا انتظار کروں گا اور اُن کے عمل کو دیکھ کر اگر ضرورت ہوگی تو اس کے متعلق کچھ لکھوں گا۔

میں اِس موقع پر اس امر پر اظہارِ افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مولوی صاحب کا یہ اعتراض کہ مَیں اپنی جماعت کو ان کا لٹریچر پڑھنے سے روکتا ہوں آج کا نہیں بلکہ بہت پُرانا ہے اور مَیں اس کا جواب آج سے تیئیس سال پہلے بھی دے چکا ہوں اور ایسا جواب دے چکا ہوں کہ جسے ہر عقلمند صحیح تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا مگر مولوی صاحب موصوف نے اِس آسان طریقِ فیصلہ کی طرف جو اِس جواب کے آخر میں مَیں نے پیش کیا ہے کبھی بھی توجہ نہیں کی لیکن اعتراض کو وقتاً فوقتاً زبانی یا

تحریری دُہراتے رہتے ہیں۔ جس جواب کی طرف مَیں نے اوپر اشارہ کیا ہے وہ میرے رسالہ حقیقت الامر میں جس پر تاریخِ تصنیف ۲۱ ؍ستمبر ۱۹۱۸ء لکھی ہوئی ہے شائع ہؤا ہے اور اس کے صفحہ ۵ سے شروع ہوتا ہے۔ میں اسے لفظ بہ لفظ اس جگہ نقل کر دیتا ہوں تا مولوی صاحب کو یاد آ جائے کہ وہ یہ اعتراض دیر سے کرتے چلے آتے ہیں اور مَیں اس کا تفصیلی جواب جسے ہر عقلمند ماننے پر مجبور ہے ان کو دے چکا ہوں۔ مگر افسوس کہ انہوں نے اس کے مطابق فیصلہ کی طرف کبھی توجہ نہیں کی بلکہ اعتراض دُہرانے تک اپنی کوشش کو محدود رکھا۔ وہ جواب یہ ہے:-

''مولوی صاحب! آپ شکایت فرماتے ہیں کہ مَیں نے اپنے مریدوں کو منع کیا ہؤا ہے کہ وہ آپ لوگوں کی کتابیں پڑھا کریں اور آپ چاہتے ہیں کہ مَیں اعلان کروں بلکہ حکم دوں کہ وہ ضرور آپ لوگوں کی کتابیں پڑھا کریں مگر میرے نزدیک یہ شکایت بے جا ہے۔ میں نے بارہا اپنی جماعت کو نصیحت کی ہے کہ وہ ہر ایک عقیدہ کو سوچ سمجھ کر قبول کریں بلکہ بارہا یہ کہا ہے کہ اگر وہ کسی بات کو زید و بکر کے کہنے سے مانتے ہیں تو گو وہ حق پر بھی ہوں تب بھی ان سے سوال ہوگا کہ بِلا سوچے انہوں نے ان باتوں پر کیونکر یقین کر لیا اور میرے خطبات اس پر شاہد ہیں ہاں ہر شخص اس بات کا اہل نہیں ہوتا کہ مخالف کی کتب کا مطالعہ کرے کیونکہ جب تک کوئی شخص اپنی کُتب سے واقف نہیں اگر مخالف کی کتب کا مطالعہ کرے گا تو خطرہ ہے کہ ابتلاء میں پڑے۔ ایک شخص اگر قرآن کریم تو نہ پڑھے اور انجیل اور وید اور ژنداَوستا اور ستیارتھ پرکاش کا مطالعہ رکھے اور کہے کہ مَیں تحقیق کر رہا ہوں تو کیا ایسا شخص حق پر ہوگا اور اس کا یہ عمل قابلِ تحسین سمجھا جاوے گا؟ ہاں جو شخص اپنے مذہب سے اچھی طرح واقف ہو وہ دوسرے لوگوں کی باتوں کو بھی سن سکتا ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ہمارے لٹریچر سے پوری طرح واقف نہیں اور جو مسائلِ مختلفہ میں کما حقہٗ میری کتب اور رسائل و اشتہارات اور دیگر واقف کاران جماعت کی کتب و رسائل کا مطالعہ نہیں کر چکے ہیں باقی کسی کو میں آپ کے لٹریچر کے پڑھنے سے نہیں روکتا اور نہ میں نے کبھی روکا ہے۔ ہاں مطالعہ دوسری کتب کا ہمیشہ دو ہی شخص کیا کرتے ہیں

یا تو وہ جنہوں نے مخالف کے اعتراضات کا جواب دینا ہو یا وہ جن کی غرض صرف زیادتیٔ علم ہو۔ پہلے گروہ کو تو کوئی روک ہی نہیں۔ دوسرے لوگوں میں سے وہ جو پہلے اپنی کتب و رسائل اچھی طرح پڑھ چکے ہوں اور ان پر خوب عُمدہ طور پر عبور رکھتے ہوں اور ان کا دل ایسے دلائل سے جو پھر کسی مزید تحقیقات کی ضرورت باقی نہ رکھتا ہو تسلی یافتہ ہو دوسرے ہر ایک مذہب کی کتاب کو پڑھ سکتے ہیں۔ ان کو کوئی روک نہیں کیونکہ جسے باوجود اپنے مذہب کے مطالعہ کے ایسا شرح صدر عطا نہیں ہوا کہ جس کے بعد کسی اور مزید دلیل کی ضرورت نہ رہے اور عیاناً وہ اپنے مذہب کی سچائی کو نہیں دیکھتا اس کے لئے ضروری ہے کہ پوری تحقیق کرے تاکہ قیامت کے دن اس سے باز پُرس نہ ہو۔ اور یہ جو میں نے ایسے لوگوں کا استثناء کیا ہے جو عیاناً اپنے عقائد کی سچائی دیکھ چکے ہوں اور کسی مزید دلیل کے محتاج نہ ہوں تو اِس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کا ان کتب کا مطالعہ کرنا لغو اور بے ہودہ فعل ہوگا کیونکہ انہوں نے جواب تو دینا نہیں اور ان کو مزید تحقیق کی ضرورت نہیں۔ پھر وہ کیوں اپنے وقت کو ضائع کریں اور ممکن ہے کہ ان کو دیکھ کر بعض اور لوگ جو اپنے مذہب سے آگاہ نہیں ان کی تتبّع کر کے تباہ ہوں۔ اور اگر آپ فرماویں کہ جب دوسرے مذاہب کا ان لوگوں نے مطالعہ نہیں کیا تو ان کو کیونکر معلوم ہوگا کہ وہ جس عقیدہ پر قائم ہیں وہی بجا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی مذہب کی صداقت معلوم کرنے کے لئے صرف یہی طریق نہیں کہ دوسرے خیالات سے اس کا مقابلہ کیا جائے بلکہ سچے عقیدے اپنے اندر بھی ایسی خوبیاں رکھتے ہیں کہ وہ اپنی صداقت پر آپ گواہ ہوتے ہیں اور ان کی صداقت کا انسان معائنہ کرسکتا ہے۔ مثلاً اسلام اپنے اندر ایسی خوبیاں رکھتا ہے کہ بغیر اس کے کہ دوسرے مذاہب کا مطالعہ کیا جاوے اس کا ایک کامل پیرو اِس کی صداقت پر تسلی پا سکتا ہے اور اس کے دلائل دے سکتا ہے ورنہ **نَعُوْذُ بِاللّٰہِ** یہ ماننا پڑے گا کہ صحابہؓ کا ایمان کامل نہ تھا کیونکہ انہوں نے دیگر مذاہب کی تحقیق نہیں کی تھی۔ بلکہ کوئی شخص

بھی اس اصل کے مطابق ایسا نہ ملے گا جسے یقین کرنے کا حق حاصل ہو کہ وہ سچے مذہب پر ہے اور مزید تحقیق کی اسے ضرورت نہیں۔ کیونکہ کوئی ایسا انسان نہیں ملے گا کہ جس نے دنیا کے سب مذاہب کا کما حقہٗ مطالعہ کیا ہو بلکہ خود آپ بھی کہ جن کو اِس وقت اِس قدر خدمتِ دینی کا دعویٰ ہے اِس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ تو کیا ہم یہ کہیں کہ آپ کا حق نہیں کہ اپنے مذہب کی سچائی پر مطمئن ہوں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی ایسا مذہب بھی نکل آوے جس کے دلائل سے آپ آگاہ نہ ہوں اور وہ سچا ہو۔ کیا سچے مذہب کے اندر کوئی ایسی صداقت موجود نہیں ہوتی کہ جو اپنی ذات کے اندر اپنی دلیل رکھتی ہو۔ اگر ایسا ہے اور ضرور ہے تو پھر ایمان کے کمال کے لئے بھی ضروری نہیں کہ ہر ایک مخالف کی کتاب پہلے پڑھ لی جائے اگر آپ کو یہ شُبہ پیدا ہو کہ اس طرح تو ہر ایک شخص یہ کہہ دے گا کہ مجھے ایسا کامل ایمان حاصل ہو چکا ہے کہ مجھے مزید غور کی ضرورت نہیں۔ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ خود ایک دعویٰ ہوگا جو دلیل کا محتاج ہوگا۔ اور اگر کوئی اپنے ایمان کو عینی ایمان ثابت کر دے گا تو پھر بے شک اس کا حق ہوگا کہ اس کا دعویٰ تسلیم کر لیا جاوے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ استثناء صرف میرا ہی قائم کردہ نہیں بلکہ ہمیشہ سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے حدیثِ صحیح سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمرؓ کو بائبل پڑھتے ہوئے دیکھا اور اس پر آپ کو ڈانٹا۔ چنانچہ جابرؓ سے روایت ہے۔ **اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِنُسْخَۃٍ مِنَ التَّوْرَاۃِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذِہٖ نُسْخَۃٌ مِنَ التَّوْرَاۃِ فَسَکَتَ فَجَعَلَ یَقْرَأُ وَ وَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَغَیَّرُ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ ثَکِلَتْکَ الثَّوَاکِلُ مَاتَرٰی مَا بِوَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ عُمَرُ اِلٰی وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ اللّٰہِ وَ غَضَبِ رَسُوْلِہٖ۔** یعنی حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کے پاس ایک نسخہ

تورات کا تھا۔ آپ نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! یہ تورات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور حضرت عمرؓ نے اس کو پڑھنا شروع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا اِس پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ رونے والیاں تم پر روئیں۔ عمر! دیکھتے نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے کیا ظاہر ہؤا ہے۔ اِس پر حضرت عمرؓ نے منہ اُٹھا کر دیکھا اور کہا کہ میں خدا اور اُس کے رسول کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں۔

اب کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرہ تھا کہ حضرت عمرؓ اس حق کو دیکھ کر **نَعُوْذُ بِاللّٰہِ** اسلام سے بیزار ہو جاویں گے؟ کیا اس کی صرف یہ وجہ نہ تھی کہ حضرت عمرؓ مذہبی مباحثات کرنے والے آدمی نہ تھے اور اس مرتبہ پر پہنچ چکے تھے کہ اب مزید تحقیق کی ان کو ضرورت نہ تھی پس ان کا یہ فعل بے ضرورت تھا اور خطرہ تھا کہ ان کو دیکھ کر بعض اپنے مذہب کی پوری واقفیت نہ رکھنے والے بھی اس شغل میں پڑ جاویں اور ان باتوں کی تصدیق کر دیں جو باطل ہیں اور ان کی تکذیب کر دیں جو حق ہیں۔ اور کوئی تعجب نہیں کہ اِسی وجہ سے روکا ہو کہ آپ عام مجلس میں بیٹھ کر پڑھتے تھے اور اس سے خطرہ ہؤا کہ ان کو دوسرے لوگ دیکھ کر ان کی اتباع نہ کریں الگ پڑھتے تو شاید آپ کو نہ روکا جاتا۔ پس کیا آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کو بھی **نَعُوْذُ بِاللّٰہِ** بُزدلانہ فعل قرار دیں گے۔ **عِیَاذاً بِاللّٰہِ** مولوی صاحب! توبہ کریں کہ آپ ہمیشہ میری مخالفت میں خدا تعالیٰ کے برگزیدوں کی ہتک کرتے ہیں۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ کا ایک حکم بھی اس کی تائید کرتا ہے چنانچہ مباحثہ مَابَیْن مولوی عبداللہ چکڑالوی و مولوی محمد حسین پر ریویو لکھتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں۔

''ہر ایک جو ہماری جماعت میں ہے اسے یہی چاہئے کہ وہ عبداللہ چکڑالوی کے عقیدوں سے جو حدیثوں کی نسبت وہ رکھتا ہے بہ دل متنفّر اور بیزار ہو۔ اور ایسے لوگوں کی صحبت سے حتّی الوسع نفرت رکھیں۔''

اس جگہ آپ نے چکڑالویوں سے ملنے جلنے سے حتی الوسع بچنے کی

اپنی جماعت کو نصیحت کی ہے اور ملنا اور کتابیں پڑھنا ایک ہی جیسا ہے تو کیا آپ کہیں گے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ڈرتے تھے کہ چکڑالویوں کے زبردست دلائل سے کہیں ہماری جماعت مرتد نہ ہو جائے اور آپ ان کو پہلوان نہیں بنانا چاہتے تھے؟

ایک اور واقعہ بھی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی شہادت اس امر کی تصدیق میں ہے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول کو ایک دفعہ الہام ہؤا تھا کہ فلاں برہموں کی کتاب نہ پڑھنا۔ اب کیا خدا تعالیٰ بھی ڈرتا تھا یا مولوی صاحب کا ایمان کمزور تھا؟ **نَعُوْذُ بِاللّٰہِ** یہ دونوں باتیں نہ تھیں بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتب ایسے پیرایہ میں لکھی ہوئی تھیں کہ ان سے سادہ لوحوں کو دھوکا لگنے کا اندیشہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے مولوی صاحب کو بذریعہ الہام روک دیا تا آپ کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی جو اہلیت نہیں رکھتے نہ پڑھنے لگیں اس واقعہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ان لوگوں کو بھی جو مخالفین کو جواب دیتے ہیں۔ مصلحتاً روک دیا جاتا ہے۔

مولوی صاحب! یہ تینوں واقعات اِس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ آپ کا اعتراض مجھ پر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ پر ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے اور حضرت مسیح موعودؑ پر ہے اور میں ایک اور بات بھی پوچھتا ہوں کہ مہربانی فرما کر آپ مجھے اپنا بھی وہ اعلان دکھائیں جس میں آپ نے حُکماً اپنے ہم خیالوں کو لکھا ہو کہ وہ میری سب کتب اور رسالہ جات اور اشتہارات کو مطالعہ کر کے حق کا فیصلہ کریں۔ اگر آپ نے بھی ایسا نہیں کیا تو مجھ پر کیا گلہ ہے۔ اگر فرماویں کہ میں نے کب روکا ہے تو میں کہتا ہوں کہ میں نے بھی تو کبھی نہیں روکا۔ ہاں میرے نزدیک مخالف کی کتب پڑھنے کے متعلق مذکورہ بالا شرائط کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ میرے اکثر مرید ان کے پابند ہیں۔ **اِلَّامَاشَاءَ اللّٰہُ**۔ چنانچہ آسانی سے اس کا علم اس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ مہربانی فرما کر اپنے ہم خیالوں میں سے ان لوگوں کی ایک فہرست شائع کر دیں کہ جنہوں نے ہماری کتب کا مطالعہ کیا ہو اور ہر ایک کے

نام کے ساتھ لکھ دیں کہ اس نے فلاں فلاں کتاب یا رسالہ تمہارا پڑھا ہے اور
مَیں اپنے مریدوں میں سے ایسے لوگوں کی ایک فہرست شائع کرا دوں گا
جنہوں نے آپ کی کتب کا مطالعہ کیا ہے اور ان کے نام کے آگے ان کتب و
رسالہ جات کی فہرست جو انہوں نے آپ کی طرف سے شائع ہونے والے
لٹریچر میں سے پڑھے ہوں درج کر دوں گا۔ اس سے خود دنیا کو معلوم ہو جائے
گا کہ کون لوگ بے تعصبی سے دوسرے کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں۔''[۲۰]

یہ جواب آج سے تیئیس سال پہلے شائع ہو چکا ہے۔ اب مولوی صاحب فرمائیں انہوں نے اِس کی طرف کیا توجہ کی اور کیا کبھی اس کے مطابق فیصلہ کی کوشش کی؟ جواب کے علمی حصہ کو مولوی صاحب جانے دیں اس جواب کے آخر میں میں نے جو تین سادہ تجاویز پیش کی تھیں کیا مولوی صاحب نے ان پر عمل کر کے حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرنے کی کوشش کی؟

اول تجویز میری یہ تھی کہ مولوی صاحب میری وہ تحریر دکھا دیں جس میں میں نے یہ لکھا ہو کہ ہماری جماعت کا کوئی آدمی مولوی صاحب یا ان کے رفقاء کی تحریریں نہ پڑھا کرے۔ آخر مجھ پر جو یہ الزام ہے کہ مَیں مولوی صاحب کے خیالات کو پڑھنے سے لوگوں کو روکتا ہوں اس کا کوئی ثبوت چاہئے۔ میں اس سے انکار کرتا ہوں کہ میں نے جماعت کو ایسا کہا ہو۔ پس اس کا بارِ ثبوت تو مولوی صاحب پر ہے ان کو چاہئے کہ وہ میری وہ تحریر پیش کریں جس میں میں نے لوگوں کو ان کی تحریریں پڑھنے سے روکا ہو۔

دوسری تجویز میری یہ تھی کہ اگر مولوی صاحب میری خاموشی سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ میں جماعت کو اپنی تحریرات پڑھنے سے روکتا ہوں اور چونکہ میں نے کوئی ایسا حکم جماعت کو نہیں دیا کہ ان کی تحریریں پڑھا کرو اس لئے مولوی صاحب کا حق ہے کہ وہ یہ نتیجہ نکالیں کہ میں جماعت کو ان کی تحریریں پڑھنے سے روکتا ہوں تو پھر وہ اپنا وہ حُکم دکھا دیں جس میں انہوں نے اپنے رفقاء کو یہ حکم دیا ہو کہ وہ میری تحریرات پڑھا کریں۔ اگر ایسا حکم نہ دینے سے مناہی کا حکم نکلتا ہے تو مولوی صاحب بھی جب تک ایسا حکم نہ دکھائیں گے ان پر بھی یہی الزام ثابت ہو گا۔

تیسری تجویز میری یہ تھی کہ اگر مولوی صاحب اس کے لئے بھی تیار نہیں تو ایسے غیر مبائعین کی فہرست شائع کر دیں جن کے ناموں کے آگے ان کتابوں کی فہرست دی ہوئی ہو جو انہوں نے میری تصانیف میں سے پڑھی ہوں اور میں اپنی جماعت کے ایسے لوگوں کی فہرست شائع کر دوں گا

جنہوں نے مولوی صاحب کی کتب کا مطالعہ کیا ہوگا۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ مولوی صاحب کے رفقاء میری کتب کا زیادہ مطالعہ کرتے ہیں یا میرے مریدان کی کتب کا زیادہ مطالعہ کرتے ہیں؟ مگر مولوی صاحب نے ان تینوں تجویزوں میں سے ایک پر بھی عمل نہ کیا۔ نہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ان تجاویز میں مَیں نے کونسی چالاکی سے کام لیا ہے اور کس طرح اپنے حق کو زیادہ محفوظ کر لیا ہے اور ان کے حق کو کمزور کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر افسوس سخت افسوس ہے کہ وہ ناواجب اور غیر منصفانہ طور پر ایک غلط اعتراض کو دُہراتے چلے جاتے ہیں اور فیصلہ کی طرف نہیں آتے۔

اِس اُمت میں مجدّد ہی آئیں گے

میرے مضمون میں سے مولوی صاحب نے سب سے پہلی بات قابلِ جواب یہ چُنی ہے کہ ''بیشک آپ نے فرمایا ہے کہ میری اُمت میں مجددین آئیں گے مگر یہ بھی تو فرمایا ہے کہ نبی بھی ہوگا۔'' اور اس کی تشریح آگے چل کر یُوں فرماتے ہیں کہ ''جناب میاں صاحب اپنے خلاف خود ڈگری دے رہے ہیں کسی دوسرے کو حَکم بنانے کی ضرورت نہیں۔ اعتراف اول کے رو سے میاں صاحب کا مسلّمہ مذہب کہ اِس اُمت میں نبوت کا دروازہ کُھلا ہے باطل ہو گیا کیونکہ آپ نے یہاں یہ تسلیم کر لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اِس اُمت میں مجدّدین ہی آئیں گے۔ ہاں ایک اور صرف ایک نبی ہوگا۔''

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جناب مولوی صاحب کی حوالوں میں ادل بدل کرنے کی عادت ایسی راسخ ہو چکی ہے کہ اِس عادت کو وہ بالکل ترک نہیں کر سکے۔ میرا فقرہ نقل فرما کر جس کے یہ الفاظ ہیں کہ ''بیشک آپ نے فرمایا کہ میری اُمت میں مجدّدین آئیں گے مگر یہ بھی تو فرمایا کہ نبی بھی ہوگا۔'' آپ میری طرف یہ مضمون منسوب فرماتے ہیں۔ کہ ''اِس اُمت میں مجدّدین ہی آئیں گے'' اور پھر یہ کہ ''ہاں ایک اور صرف ایک نبی ہوگا۔'' حالانکہ نشان کردہ موٹے حروف نہ میرے فقرہ میں ہیں اور نہ ان سے یہ مضمون نکلتا ہے۔ نہ میں نے یہ لکھا ہے کہ مجدّدین ہی آئیں گے۔ اور نہ یہ کہ ایک اور صرف ایک نبی ہوگا۔ پس یہ درست نہیں کہ میں نے اپنے خلاف خود ڈگری دیدی ہے بلکہ حق یہ ہے کہ مولوی صاحب نے اپنے خلاف خود ڈگری دیدی ہے اور اس بارہ میں مجھے کچھ اور لکھنے کی ضرورت نہیں اور اگر میں کچھ لکھوں گا تو جناب مولوی صاحب کو شکایت ہوگی کہ ہمیں بُرا کہا جاتا ہے۔ مولوی صاحب میرے اوپر کے فقرہ سے یہ عجیب استدلال فرماتے ہیں کہ اعترافِ اول کے رو سے میاں صاحب کا مسلّمہ مذہب کہ اِس اُمت میں نبوت کا

دروازہ کُھلا ہے باطل ہو گیا۔ ایک منٹ کے لئے فرض کر لو کہ میرے فقرہ میں مجدّدین کے بعد ''ہی'' کا بھی لفظ ہے اور نبی سے پہلے ''ایک اور صرف ایک'' کے الفاظ بھی ہیں تو بھی یہ مصنوعی فقرہ نبوت کا دروازہ بند نہیں کرتا کیونکہ بند دروازے میں سے تو ایک شخص بھی نہیں نکل سکتا دروازہ کُھلا ہی ہوگا تو کوئی شخص اس میں سے نکلے گا۔ یہ کیا منطق ہے کہ چونکہ صرف ایک شخص اِس دروازے میں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نکلا ہے اس لئے وہ دروازہ بند ہے۔ اگر وہ دروازہ بند ہے تو وہ ایک شخص کیونکر نکلا؟ اور جس شخص کے نزدیک ایک شخص اِس دروازہ میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نکل آیا ہے تو اس شخص کے نزدیک وہ دروازہ بند کیونکر سمجھا جائے گا اور اس کے خلاف اقبالی ڈگری کیونکر سمجھی جائے گی؟

اگر مولوی صاحب کا یہ مطلب ہے کہ ''ہی'' اور ''ایک اور صرف ایک'' کے لفظ میرے فقرہ میں بڑھا دیئے جائیں تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اِس اُمت میں صرف ایک نبی ہوگا ایک سے زیادہ نہیں ہوں گے۔ تو مولوی صاحب کو یاد رکھنا چاہئے کہ اول تو یہ لفظ مولوی صاحب کے اپنے پیدا کردہ ہیں میرے ہیں ہی نہیں۔ لیکن اگر فرض کرو کہ یہ لفظ میرے ہی ہوں یا میرے فقرہ سے نکلتے ہوں تو بھی اس سے مولوی صاحب کو کیا فائدہ پہنچا؟ کیا مولوی صاحب کو اس عقیدہ پر اعتراض ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کئی نبیوں کے آنے کا دروازہ کُھلا ہے (جیسا کہ میرا عقیدہ ہے) یا اس عقیدے پر اعتراض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک امتی نبی تو آ سکتا ہے کئی امتی نبی نہیں آ سکتے۔ اگر دوسرے عقیدہ پر اعتراض ہے تو میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ صرف لفظی نزاع ہوگا کیونکہ اصل اختلاف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے متعلق ہے۔

باقی رہا یہ کہ آپ کے بعد بھی نبی آ سکتے ہیں یا نہیں یہ ایک علمی مسئلہ ہے ہمیں اس پر جھگڑنے کی ضرورت نہیں اس کو خدا پر چھوڑ دینا چاہئے۔ اگر کوئی نبی آئندہ آیا تو وہ آپ اپنا دعویٰ منوا لے گا ہمیں ''آب ندیدہ موزہ از پا کشیدہ'' کی مثل پر عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر مولوی صاحب اور ان کے رفقاء اس امر کو تسلیم کر لیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے دروازے سے ایک اور صرف ایک شخص آپ کے امتیوں میں سے نبی کا عُہدہ پا کر آ گیا ہے تو آئندہ کا معاملہ ہم یقیناً خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیں گے کیونکہ اصل باعثِ نِزاع ہمارے درمیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام ہے۔ اگلے لوگ اپنا معاملہ آپ سُلجھائیں گے ہمیں ان کی خاطر جماعت میں فتنہ ڈالنے کی کیا

ضرورت ہے۔ لیکن اگر مولوی صاحب ''ایک اور صرف ایک'' نبی اور وہ بھی اُمتی نبی کے آنے سے بھی بابِ نبوت کو کُھلا سمجھتے ہیں اور ختمِ نبوت کو ٹُوٹا ہؤا تو پھر مولوی صاحب انصاف سے جواب دیں کہ یہ محرف فقرہ میری طرف منسوب کر کے بھی کہ ''ایک اور صرف ایک نبی اِس اُمت میں ہوگا'' وہ یہ اقبالی ڈگری میرے خلاف کیونکر دے رہے ہیں کہ میں باب نبوت کو مسدود سمجھتا ہوں۔

ایسی کوئی حدیث نہیں جس میں نبی کے آنے کا ذکر ہو

پھر مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ''مگر ایسی کوئی حدیث پیش نہیں کی جس میں انبیاء کے آنے کا ذکر ہو۔'' جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں ہم میں اور غیر مبائعین میں نِزاع کی بنیاد یہ نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد بھی کوئی اور نبی آئیگا ہاں نزاع کی بنیاد یہ ہے کہ اِس وقت تک امت محمدیہ میں محدّث آتے رہے ہیں صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی تھے۔ اگر اس کو میں غلط سمجھا ہوں اور جناب مولوی محمد علی صاحب کو ایک نبی آنے میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف ایسی صورت میں بابِ نبوت کو کُھلا اور ختمِ نبوت کو ٹو ٹا ہؤا خیال کرتے ہیں کہ اگر اِس اُمت میں کئی انبیاء آئیں تو موجودہ زمانے کے لحاظ سے بحث ختم ہو جاتی ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی تسلیم کر لیں اور اعلان کر دیں کہ ایک نبی کے آنے سے بابِ نبوت کے مسدود ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا تو ہماری ان کی بحث ختم ہو جائیگی۔ لیکن اگر وہ اس کے لئے تیار نہیں تو ان کا اِس پر زور دینا کہ ایسی کوئی حدیث پیش نہیں کی گئی جس میں انبیاء کے آنے کا ذکر ہو کیا اثر رکھتا ہے اور اس کا ہمارے اختلافات کے طے کرنے میں کیا دخل ہوسکتا ہے۔

نواس بن سمعان کی حدیث کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ضعیف قرار دیا ہے۔

آگے چل کر جناب مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میاں صاحب کو اعتراف ہے کہ بعض لوگوں نے اس حدیث کو جو نواس بن سمعان نے بیان کی ہے اور جس میں آنے والے مسیح موعود کو نبی کہا گیا ہے ضعیف قرار دیا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ اس حدیث کو حضرت مسیح موعود (علیہ السلام) بھی ضعیف ہی قرار دیتے ہیں اور اس کی تائید میں مولوی صاحب ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۸ کا یہ حوالہ پیش فرماتے ہیں کہ ''وہ دمشقی حدیث جو امام مسلم نے پیش کی ہے خود مسلم کی دوسری حدیث سے ساقط الاعتبار ٹھہرتی ہے۔''[۲۱] نیز یہ حوالہ کہ معلوم ہوتا ہے کہ ''امام مسلم

نواس بن سمعان کی حدیث کو از قبیلِ استعارات و کِنایات خیال کرتے تھے۔''[۲۲] اسی طرح یہ کہ ''یقیناً سمجھو کہ اس حدیث اور ایسا ہی اس کی مثال کے ظاہری معنے ہرگز مراد نہیں اور قرائن تو یہ ایک شمشیرِ برہنہ لے کر اِس کوچہ کی طرف جانے سے روک رہے ہیں بلکہ یہ تمام حدیث ان مکاشفات کی قسم میں سے ہے جن کا لفظ لفظ تعبیر کے لائق ہوتا ہے۔''[۲۳] اور ان حوالوں سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ ''بات موٹی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اسے ساقط الاعتبار قرار دیا ہے اور تمام کی تمام حدیث کو مع اس حصہ کے جس میں مسیح ابن مریم کے نام کیساتھ نبی اللہ کا لفظ بولا گیا ہے صرف اس صورت میں قبول کیا ہے کہ اس کو استعارہ اور مجاز قرار دیا جائے۔'' پھر فرماتے ہیں کہ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ نبی والا حصہ اس سے مستثنٰی ہے کیونکہ اس حصہ کو خاص طور پر آپ نے استعارہ قرار دیا ہے اور اس کے لئے یہ حوالے درج کئے ہیں۔

''آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبانِ مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کی رو سے ہے جو صوفیائے کرام کی کتابوں میں مسلّم اور ایک معمولی محاورہ مکالماتِ الٰہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا''[۲۴]

''وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے .... جب قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آ گیا اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہوا تو کہو کہ ختم نبوت کیونکر اور کیسا ہوا کیا نبی کی وحی وحی نبوت کہلائے گی یا کچھ اور .... توبہ کرو اور خدا سے ڈرو اور حد سے مت بڑھو۔''[۲۵]

مولوی صاحب ان حوالوں سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس حدیث کو ضعیف بلکہ ساقط الاعتبار قرار دیا ہے۔ اور اسی صورت میں اس کو قابلِ اعتبار قرار دیا ہے کہ اسے استعارات سے پُر سمجھا جائے۔ پس میرا یہ کہنا کہ گو بعض لوگوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن یہ قول ان کا درست نہیں گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کو ردّ کرنا ہے مگر جو شخص بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اوپر کے حوالہ جات کو غور سے پڑھے گا اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ مولوی صاحب کا یہ بیان کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

نواس بن سمعان کی حدیث کو حدیث کے لحاظ سے ساقط الاعتبار قرار دیا ہے درست نہیں۔ کیونکہ اگر آپ اس حدیث کو بحیثیت حدیث ساقط الاعتبار قرار دیتے تو خود ہی اس سے استدلال کیوں فرماتے؟ اور کیوں فرماتے کہ ''یقیناً سمجھو کہ اس حدیث اور ایسا ہی اس کی مثال کے ظاہری معنی ہرگز مراد نہیں .... بلکہ یہ تمام حدیث ان مکاشفات کی قسم میں سے ہے جن کا لفظ لفظ تعبیر کے لائق ہوتا ہے۔''[۲۶]

کیا ساقط الاعتبار احادیث مکاشفات میں سے ہوتی ہیں اور کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھائے گئے مکاشفات ساقط الاعتبار ہوتے ہیں؟ پس ان الفاظ سے اور ان حوالجات سے جو میں آگے نقل کروں گا صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حدیث کو اس لحاظ سے ساقط الاعتبار نہیں قرار دیتے کہ یہ حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتی۔ بلکہ اس لحاظ سے ساقط الاعتبار قرار دیتے ہیں کہ اس کے بیان کرنے میں راوی سے بعض غلطیاں ہوگئی ہیں اور اس کی تشریح کے لئے دوسری احادیث سے مدد لینے کی ضرورت پیش آتی ہے اور قرآن کریم کی روشنی میں اِس کی تشریح ضروری ہے۔ چنانچہ میرے اس دعویٰ کی تصدیق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک دوسرے حوالہ سے ہوتی ہے۔ جس میں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

> ''لیکن خوب غور سے سوچنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ دراصل حدیث موضوع نہیں ہے ہاں استعارات سے پُر ہے۔''[۲۷]

پس جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حتمی طور پر اس حدیث کی صحت کا اقرار فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ غور سے سوچنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں بلکہ استعارات سے پُر ہے تو یہ کہنا کہ یہ حدیث ضعیف ہے یا یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے ضعیف اور ساقط الاعتبار قرار دیا ہے صرف اِس امر کا اقرار کرنا ہے کہ ایسا کہنے والے شخص نے اس حدیث کو غور سے نہیں سوچا اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف وہ بات منسوب کرتا ہے جو آپ نے نہیں کہی۔

باقی رہا یہ امر کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے استعارات سے پُر قرار دیا ہے۔ سو اِس کا کسی کو انکار نہیں ہم بھی اسے استعارات سے پُر قرار دیتے ہیں اور اس میں استعارات کا وجود تسلیم کرتے ہیں۔ ہاں اِس امر کو تسلیم نہیں کرتے کہ اس میں جو نبی کا لفظ استعمال ہوا ہے اِس سے مراد کوئی ایسا استعارہ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فِی الواقعہ نبی نہ تھے اور اس عقیدہ کے وجوہ مَیں آگے چل کر بیان کرونگا۔

مولوی صاحب کو اِس امر پر اصرار ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ''یہ تمام حدیث ان مکاشفات کی قسم میں سے ہے جن کا لفظ لفظ تعبیر کے لائق ہوتا ہے۔''[۲۸]

اِس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کے الفاظ کے معنی اردو میں یہی ہوتے ہیں کہ کثرت سے اس کا وجود پایا جاتا ہے ورنہ بلا قوی قرینہ کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ کُلّی طور پر بِلا استثناء وہ بات پائی جاتی ہے۔ یہ ہماری زبان کا ایک عام محاورہ ہے بلکہ ہر زبان کا محاورہ ہے۔ اور اس کو ایسا کُلیہ تسلیم نہیں کیا جاتا کہ اس سے مستثنٰی کوئی چیز ہو ہی نہ سکے بلکہ مجھے تو یقین ہے کہ خود مولوی صاحب بھی ایسے لفظ کئی دفعہ بول جاتے ہوں گے۔ جیسے کہ مثلاً کھانے میں نمک زیادہ ہو تو لوگ کہہ دیتے ہیں کہ اس میں تو نمک ہی نمک ہے اور اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہوتی کہ نہ گوشت ہے نہ دال ہے نہ مرچ ہے نہ دوسری کوئی اور شَے ہے۔ خود حدیث کے الفاظ کو بھی دیکھا جائے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض الفاظ تو اس میں ضرور بغیر استعارہ کے استعمال ہوئے ہیں۔

مولوی صاحب نے میری کسی سابق تحریر سے یہ فقرہ نقل کر کے کہ ''ورنہ کوئی شخص کہہ دے گا کہ مسیح بھی ایک استعارہ ہے اور مہدی بھی ایک استعارہ ہے۔'' میری ہنسی اُڑائی ہے اور نتیجہ نکالا ہے کہ میں نے حدیث کو غور سے نہیں پڑھا۔ کیونکہ حدیث میں مہدی کا لفظ نہیں آیا اور مسیح بھی نہیں آیا بلکہ مسیح ابن مریم آیا ہے۔ حالانکہ میرا یہ مطلب نہیں کہ اس حدیث میں مہدی کا لفظ آیا ہے بلکہ مہدی کے لفظ کو صرف اس لئے شامل کر لیا گیا ہے کہ لَا مَھْدِی اِلَّا عِیْسٰی[۲۹] کی حدیث کے رو سے آنے والے مسیح☆ نے مہدی بھی ہونا تھا پس اس اشتراک کی وجہ سے مسیح کے ساتھ مہدی کا لفظ بھی شامل کر لیا گیا۔ یہ کوئی ایسی اہم بات نہ تھی اور نہ اس خاص لفظ سے کوئی مستقل نتیجہ نکالا گیا تھا کہ مولوی صاحب کو اس پر اعتراض ہوتا۔ وہ مہدی کے لفظ کو چھوڑ دیں۔ مسیح کا لفظ ہی رہنے دیں۔ مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ مسیح ابن مریم کا لفظ حدیث میں ہے جو

☆ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی لکھا ہے کہ بخاری میں بھی مجھے نبی کہا گیا ہے (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۴ طبع دوم) اِس جگہ آپ نے بھی اس طریق کو استعمال فرمایا ہے کہ مسلم کی حدیث میں چونکہ نبی اللہ صاف آ گیا ہے اور بخاری میں نزولِ عیسیٰ کا ذکر ہے۔ آپ نے عیسیٰ کے نام کی وجہ سے جو نبی تھے بخاری کی طرف بھی یہ بات منسوب کر دی ہے ورنہ مولوی صاحب بخاری کا وہ حوالہ دکھائیں جس میں عیسیٰ آنے والے کو نبی اللہ کہا گیا ہے۔

استعارہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن مریم بے شک استعارہ ہے لیکن مسیح تو ایک عُہدہ ہے وہ استعارہ کس طرح کہلا سکتا ہے۔ مسیح کا لفظ تو اپنے اصل معنوں میں ہی مستعمل ہؤا ہے۔ لیکن صرف یہی لفظ تو اِس حدیث میں نہیں جو بغیر استعارہ کے استعمال ہؤا ہے۔ اس کے سِوا اور الفاظ بھی ہیں مثلاً عِنْدَالْمَنَارَةِ الْبَيْضَاء[۳۰] کے الفاظ ہیں۔ ان میں کونسا استعارہ ہے۔ منارۂ بیضاء خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بنوا دیا ہے اسی طرح ارض کا لفظ بھی اس حدیث میں ہے۔ طبریہ کا لفظ ہے۔ ان سے مراد زمین اور طبریہ ہی ہیں نہ کچھ اور۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی الفاظ اس حدیث میں ہیں جو ہرگز استعارہ نہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ ''لفظ لفظ'' سے بِلا استثناء سب الفاظ کو مراد لینا درست نہیں۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس حدیث میں ایک آیت قرآنی بھی نقل ہے۔ یعنی مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ[۳۱] ہر موجِ سمندر پر سے وہ قوم تیزی سے بڑھتی آئے گی۔ کیا یہ بھی استعارہ ہی ہے اور کیا آپ نے اسے اپنی تفسیر میں استعارہ ہی قرار دیا ہے اور اگر استعارہ ہے تو پھر کیا یہ آیت بھی ساقط الاعتبار ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس حدیث کا کوئی ایک لفظ بھی استعارہ کے بغیر نہیں۔

اگر مولوی صاحب جواب میں کہیں کہ یہ چونکہ آیت ہے اسے آیت کی تصدیق کی وجہ سے ساقط الاعتبار نہ کہا جائے گا تو میں کہتا ہوں کہ اسی طرح نبی اللہ کے لفظ کی چونکہ دوسرے کلامِ الٰہی سے تصدیق ہوتی ہے اسے بھی ساقط الاعتبار نہ کہا جائے گا۔

اگر مولوی صاحب کو اصرار ہو کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''لفظ لفظ'' لکھا ہے اس لئے میں تو لفظ لفظ کو ہی استعارہ قرار دوں گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ازالہ اوہام میں اس حدیث کو پورا نہیں نقل کیا بلکہ صرف ایک حصہ کو نقل کیا ہے اور دجال کے بابِ لدّ پر قتل ہونے تک کے واقعہ پر اکتفاء کی ہے۔ پس کہا جا سکتا ہے کہ جو ''لفظ لفظ'' کے الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمائے ہیں وہ اسی حصہ کے متعلق ہیں نہ کہ باقی کے متعلق۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر اس امر کا ثبوت کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس ساری حدیث کے ہر لفظ کو نہیں بلکہ اس کے اکثر حصہ کو استعارہ سمجھتے تھے۔ مندرجۂ ذیل حوالہ سے نکلتا ہے اور اس کے بعد کوئی شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ آپؑ انجام آتھم صفحہ ۱۲۹ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

''وَاَمَّا مَاجَاءَ فِيْ حَدِيْثِ خَيْرِ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ ذِكْرِ دِمَشْقَ وَغَيْرِهٖ

مِنَ الْاَنْبَاءِ فَاَکْثَرُہٗ اسْتِعَارَاتٌ وَ مَجَازَاتٌ مِنْ حَضْرَۃِ الْکِبْرِیَاءِ'' ۳۲

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں جو دمشق وغیرہ کا ذکر آتا ہے اس کا اکثر حصہ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہے۔

اِس حوالہ سے ثابت ہے کہ دمشقی حدیث کے اکثر حصہ کو آپ استعارہ اور مجاز قرار دیتے ہیں۔ نہ کہ فی الواقعہ اس کے ہر ہر لفظ کو۔

جناب مولوی محمد علی صاحب نے اس حدیث پر ایک اور اعتراض بھی کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہی حدیث ترمذی نے بھی روایت کی ہے اور اس میں نبی اللہ کے الفاظ نہیں۔ ''جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی اللہ کا لفظ کسی راوی کا ذاتی تصرف ہے۔'' ۳۳

حضرت مولوی صاحب نے بات تو خوب دُور کی نکالی ہے مگر افسوس کہ جہاں وہ مجھ پر الزام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور احادیث کو غور سے نہ دیکھنے کا لگایا کرتے ہیں وہاں وہ خود زیادہ احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ مولوی صاحب اِس استدلال کو پیش کرنے سے پہلے یہ تو دیکھ لیتے کہ مُسلم کی حدیث اور ترمذی کی حدیث کے راوی کون کون ہیں؟

مُسلم میں یہ حدیث دو سلسلوں سے مروی ہے۔ ایک سلسلہ ابوخیثمہ سے شروع ہوتا ہے اور ایک محمد بن مہران سے۔ یہ دونوں آگے ولید بن مسلم سے روایت کرتے ہیں۔ گویا صرف آخری راوی الگ ہیں اوپر کے راوی ایک ہی ہیں۔ ترمذی میں یہ روایت علی بن حجر سے مروی ہے مگر وہ آگے ولید بن مسلم اور عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کرتے ہیں گو ترمذی کے راوی بھی وہی ہیں صرف آخری راوی میں اختلاف ہے۔ اس صورت میں اگر راوی کا ذاتی تصرف ہو سکتا ہے۔ تو آخری راویوں میں سے کسی کا ہوسکتا ہے کیونکہ اوپر کے راوی مسلم کے بھی وہی ہیں اور ترمذی کے بھی وہی۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اگر لفظوں میں فرق پڑا ہے تو کس روایت میں پڑا ہے۔ مسلم کی روایت میں یا ترمذی کی روایت میں۔ تو اول تو ترمذی نے خود لکھا ہے کہ ''دَخَلَ حَدِیْثَ اَحَدِھِمَا فِیْ حَدِیْثِ الْاٰخَرِ۔'' ۳۴ یعنی میرے پاس روایت کرنے والے راوی کو حدیث پوری طرح محفوظ نہیں رہی بلکہ اس نے جن دو آدمیوں سے حدیث سُنی ہے ان کی روایت کو اس نے آپس میں ملا دیا ہے۔ دوم ایک زبردست ثبوت اس امر کا کہ مسلم کی حدیث کے لفظ محفوظ ہیں اور جو غلطی ہوئی ہے ترمذی سے ہوئی یہ ہے کہ یہ حدیث علاوہ مسلم اور ترمذی کے ابن ماجہ میں بھی آئی ہے اور اس میں بھی یہ روایت مسلم اور ترمذی کی طرح عبدالرحمٰن بن یزید سے مروی ہے

اور ان سے اوپر کے سب راوی مسلم اور ترمذی کے راویوں سے مشترک ہیں۔ ہاں عبدالرحمٰن بن یزید سے نیچے کے راوی یہاں بھی مختلف ہیں جس طرح مسلم اور ترمذی کے مختلف ہیں۔ اور اس روایت میں بھی عِیۡسٰی نَبِیُّ اللّٰہِ کے الفاظ چار دفعہ اسی طرح بیان ہوئے ہیں جس طرح مسلم میں بیان ہوئے ہیں۔ اب جناب مولوی صاحب بتائیں کہ یہ ذاتی تصرف کس نے کیا ہے؟ اگر تو عبدالرحمٰن بن یزید یا اوپر کے راویوں میں سے کسی نے تو وہ سب حدیثوں میں مشترک ہیں۔ یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ مسلم اور ابن ماجہ کی روایت میں وہ ذاتی تصرف کر دیتے اور ترمذی میں نہ کرتے۔ اور اگر کہو کہ نچلے راویوں میں سے کسی نے ذاتی تصرف کر دیا ہے تو یاد رہے کہ مسلم اور ابن ماجہ دونوں حدیث کی کتب نبی اللّٰہ کے لفظ پر متفق ہیں[۳۵] اور پھر مسلم نے دو راویوں سے یہ روایت کی ہے پس اگر غلطی کی ہے تو ترمذی کے راوی نے کی ہے کیونکہ وہ اکیلا ہے اور مسلم اور ابن ماجہ کے تین الگ راوی ہیں جو نبی اللّٰہ کے لفظ پر متفق ہیں۔

حدیث میں مسیح موعود علیہ السلام کو نبی کہہ کے حقیقی معنوں میں نہیں پکارا گیا

مولوی محمد علی صاحب نے آخری دلیل یہ پیش کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لفظ نبی کا استعمال فرمایا ہے وہ ضرور استعارہ ہے اور اس کے ثبوت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ حوالے پیش کئے ہیں:-

> ''آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبانِ مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کی رو سے ہے جو صوفیائے کرام کی کتابوں میں مسلّم اور ایک معمولی محاورہ مکالماتِ الٰہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا''

دوسرا حوالہ یہ درج کیا ہے کہ:-

> ''وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے .... جب قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آ گیا اور وحیِ نبوت کا سلسلہ شروع ہوا تو کہو کہ ختم نبوت کیونکر اور کیسا ہوا۔ کیا نبی کی وحی وحیِ نبوت کہلائے گی یا کچھ اور؟ ....توبہ کرو اور خدا

سے ڈرو اور حد سے مت بڑھو۔‘‘ [۳۶]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک حوالہ میں تحریف

میں اِس حوالہ کو نقل کر کے اِس پر کچھ لکھنے ہی لگا تھا کہ مجھے خیال آیا کہ مولوی محمد علی صاحب پر حوالوں میں اعتبار کرنا سخت خطرناک ہوتا ہے۔ خصوصاً جب وہ نقطے ڈالیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ ضرور کوئی ضروری حصہ اِس جگہ متروک ہے یا اس متروک حصہ سے مفہوم کو کوئی دوسرا رنگ ضرور مل جاتا ہے۔ چنانچہ اس خیال کے آتے ہی مَیں نے سراج منیر نکال کر اصل عبارت دیکھی تو وہ یوں تھی۔

’’بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مُرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے بے شک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے۔ میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلّی بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کے رو سے آ سکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی۔ مگر ہمارے ظالم مخالف ختمِ نبوت کے دروازوں کو پورے طور پر بند نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک مسیح اسرائیلی نبی کے واپس آنے کے لئے ابھی ایک کھڑکی کُھلی ہے۔ پس جب قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آ گیا اور وحیِ نبوت کا سلسلہ شروع ہؤا تو کہو کہ ختمِ نبوت کیونکر اور کیسے ہؤا۔ کیا نبی کی وحی وحیِ نبوت کہلائے گی یا کچھ اور۔ کیا یہ عقیدہ ہے کہ تمہارا فرضی مسیح وحی سے بکلّی بے نصیب ہو کر آئے گا۔ تو بہ کرو اور خدا سے ڈرو اور حد سے مت بڑھو۔‘‘ [۳۷]

اِس عبارت کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے اپنی عبارت سے پہلے کے فقرات چھوڑ کر یہ مفہوم پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ بتایا ہے کہ حدیث میں جو لفظ نبی کا آیا ہے وہ استعارہ ہے۔ حالانکہ اصل عبارت سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کا دیا ہؤا علم صرف یہ ہے کہ حقیقی نبوت کا دروازہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد بند ہے اور اس مفہوم کو چسپاں کر کے آپ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حدیثوں میں بھی نبی کے لفظ کے یہی معنی ہیں۔ اور یہ ہرگز مراد نہیں کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ بتایا ہے کہ حدیثوں میں اِس لفظ کا فلاں مفہوم نہیں فلاں ہے۔ چنانچہ اگلے فقرہ سے اِس کی تشریح ہو جاتی ہے۔ اور وہ فقرہ یہ ہے۔ ''میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلّی بند ہیں۔'' اس فقرہ اور اس کے بعد کے ایک دو فقروں کو حذف کر کے نیز عبارت کے شروع کے فقروں کو حذف کر کے جناب مولوی صاحب نے یہ اثر پیدا کرنا چاہا ہے کہ گویا خاص طور پر الہام میں اس حدیث کی تشریح اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتائی ہے اور فرمایا ہے کہ اِس حدیث میں لفظ نبی سے مراد نبی نہیں ہے۔ چنانچہ اس کے لئے آپ نے یہاں تک ہوشیاری کی ہے کہ فقرہ کو درمیان سے کاٹا ہے۔ اصل فقرہ تو یہ تھا کہ ''اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا'' الخ مگر آپ نے نشان کردہ جُزوِ فقرہ کا اُڑا دیا تا کوئی یہ خیال کر کے کہ فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے بھی کوئی اسی سے ملتا ہؤا مضمون ہے میں اس کو بھی نکال کر دیکھ لوں ساری عبارت نہ دیکھ لے۔

اسی طرح مولوی صاحب نے عبارت میں سے ایک یہ فقرہ بھی حذف کر دیا ہے کہ ''مگر ہمارے ظالم مخالف ختمِ نبوت کے دروازوں کو پورے طور پر بند نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک مسیح اسرائیلی نبی کے واپس آنے کے لئے ابھی ایک کھڑکی کُھلی ہے۔'' پس اس فقرہ کے حذف کرنے سے ان کی غرض یہ ہے کہ انہوں نے نقطوں کے بعد جو فقرہ نقل کیا ہے یعنی ''جب قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آ گیا اور وحیِ نبوت کا سلسلہ شروع ہؤا تو کہو کہ ختمِ نبوت کیونکر اور کیسے ہؤا۔ کیا نبی کی وحی وحیِ نبوت کہلائے گی یا کچھ اور'' اِس سے لوگوں کا ذہن اِس طرف نہ منتقل ہو کہ اِس جگہ ایک سابق نبی حضرت عیسیٰؑ کا ذکر ہے جو نبوت کے حصول میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آزاد تھے اور جن کی وحی قرآن کریم کی وحی کے تابع نہ تھی۔ اِس کا مزید ثبوت کہ مولوی صاحب نے دیدہ دانستہ اِس فقرہ کو حذف کیا ہے اور ان کا منشاء یہ تھا کہ اسرائیلی مسیح کا ذکر اس جگہ پر نہ آئے اور لوگ یہی خیال کریں کہ یہاں محمدی مسیح کی نبوت کی بحث ہے۔ کسی سابق نبی کی نبوت کا ذکر نہیں یہ ہے کہ ان کے نقل کردہ فقرہ کے بعد ایک مختصر فقرہ پھر حضرت مسیح ناصری کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ انہوں نے درمیان سے اس کو بھی حذف کر دیا ہے اور وہ فقرہ یہ ہے۔ ''کیا یہ عقیدہ ہے کہ تمہارا فرضی مسیح وحی سے بکلّی بے نصیب ہو کر آئے گا۔'' ہاں اس کے بعد کا فقرہ درج کر دیا ہے کہ ''توبہ کرو اور خدا سے

ڈرو اور حد سے نہ بڑھو۔'' اِس مختصر سے فقرہ کو حذف کرنے کے اس کے سِوا کوئی معنی نہ تھے کہ وہ ذہنوں کو اس طرف سے روکنا چاہتے تھے کہ اِس جگہ ایک ایسے نبی کا ذکر ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اِتّباع کے بغیر نبی ہوا تھا اور جس کی وحی قرآن کریم کی وحی کے تابع نہ تھی۔

نبی کے لفظ کو استعارہ قرار دینے کا مطلب

اب رہا یہ سوال کہ بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نبی کے لفظ کو اس جگہ استعارہ قرار دیا ہے اِس کا کیا مطلب ہے تو اِس کا جواب وہ ہے جو میں حقیقۃ النبوۃ میں بِالتفصیل دے چکا ہوں کہ حقیقت استعارہ اور مجاز کے الفاظ نسبتی الفاظ ہیں۔ ایک قوم کی اصطلاح کے مطابق جو معنی حقیقی ہوتے ہیں دوسری کے نزدیک وہ مجازی ہو جاتے ہیں۔ جیسے اسلام کے نزدیک صلوٰۃ کے حقیقی معنی اسلامی عبادت کے ہیں اور دوسرے لوگوں کی عبادت یا صلوٰۃ کے دوسرے لُغوی معانی مجازی ہیں۔ اِسی طرح اسلام کی اصطلاح میں کلمہ ایک فقرہ کا نام ہے لیکن نحویوں کے نزدیک کلمہ کے معنی ایک لفظ کے ہیں۔ لُغت کے رو سے حرف کے معنی بولے ہوئے یا ملفوظ کے ہیں اور یہ لفظ کلمہ کے معنوں میں مستعمل ہے۔ لیکن عام بول چال کے لحاظ سے اس کے معنی حروف ھجاء میں سے کسی حرف کے ہیں۔ اور نحویوں کے نزدیک اُس ایک یا زیادہ حرفوں سے بنے ہوئے لفظ کے بھی ہیں جو اپنی ذات میں کوئی مستقل معنی نہیں رکھتا۔ اب ان میں سے ہر اِک گروہ کی اصطلاح کو مدنظر رکھتے ہوئے اِن الفاظ کے حقیقی معنی وہ ہوں گے جو اِس گروہ میں رائج ہیں اور دوسرے سب معانی مجازی ہونگے۔ ہم نحویوں سے مخاطب ہونگے تو کلمہ اور حرف کے حقیقی معنی وہ ہونگے جو انکی اصطلاح میں ان الفاظ کے مقرر کئے گئے ہیں۔ اور اگر دینی کتب میں کلمہ کا لفظ استعمال کریں گے تو کلمہ کے حقیقی معنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے ہونگے اور دوسرے سب معنی مجازی ہونگے۔ یہی حال باقی سب اصطلاحات کا ہے۔ اِسی نکتہ کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس جگہ فرمایا ہے کہ حدیث میں انہی مجازی معنوں کے رو سے نبی کا لفظ بولا گیا ہے جو عام صوفیائے کرام کے نزدیک مسلّم ہیں۔ یعنی ایک ایسے نبی کی خبر دی گئی ہے جو براہِ راست نبوت حاصل کرنے والا نہیں ہے بلکہ وہ نبوت کا مقام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے حاصل کرے گا۔ اور وہ صاحبِ شریعتِ جدیدہ نہ ہوگا۔ یہی وہ تعبیر ہے جو حقیقی نبی کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے اور اس میں ہمیں مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء سے ہرگز کوئی اختلاف نہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے اور ہم شروع سے اِس وقت تک اِس پر

قائم ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہرگز کوئی نئی شریعت نہیں لائے بلکہ قرآن کریم کی تعلیم کے قیام کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اور آپ کی نبوت سابق انبیاء کی طرح براہِ راست حاصل ہونے والی نبوت نہیں بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شاگردی اور آپ کے فیضان کی وجہ سے آپ کو نبوت ملی ہے اور آپ امتی نبی ہیں۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت میں ہوکر آپ کو یہ مقام حاصل ہوا ہے۔ اس کے سِوا کسی نبوت کے نہ ہم قائل ہیں اور نہ اسے جائز سمجھتے ہیں۔ نہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ کوئی شخص قرآن کریم کے نزول کے بعد کوئی ایسی وحی پا سکتا ہے جو قرآن کریم کے خلاف ہو یا اس پر کچھ زائد کرنے والی ہو۔ اور نہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کے فیضان کے بغیر نبوت حاصل کرنے والا نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد آ سکتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم مسیح یا کسی اور نبی کے دوبارہ دنیا میں آنے کے عقیدہ کے خلاف ہیں اور اسے ختمِ نبوت کے منافی سمجھتے ہیں۔

حقیقی نبوت سے مراد شریعتِ جدیدہ کی حامل نبوت ہے

اس امر کا ثبوت کہ اوپر کے حوالوں میں حقیقی نبوت سے مراد وہی نبوت ہے جو شریعتِ جدیدہ کی حامل ہو اور براہِ راست حاصل ہو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے نکلتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

''وَمَنْ قَالَ بَعْدَ رَسُوْلِنَا وَ سَیِّدِنَا اِنِّیْ نَبِیٌّ اَوْ رَسُوْلٌ عَلٰی وَجْهِ الْحَقِیْقَةِ وَالْاِفْتِرَاءِ وَتَرَکَ الْقُرْاٰنَ وَ اَحْکَامَ الشَّرِیْعَةِ الْغَرَّاءِ فَهُوَ کَافِرٌ کَذَّابٌ'' [۳۸]

یعنی جو شخص ہمارے رسول اللہ اور آقا کے بعد یہ دعویٰ کرے کہ وہ علیٰ وجہ الحقیقت نبی ہے اور افتراء سے کام لے اور قرآن اور احکامِ شریعتِ عالیہ کا انکار کرے وہ کافر اور کذّاب ہے۔

اِس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقی نبی کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ صاحب شریعت جدیدہ ہونے کا مدعی ہو اور قرآن کریم کو چھوڑ دینے کی تعلیم دے۔ اور ظاہر ہے کہ اِس قسم کی نبوت کا نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا ہے اور نہ ہم آپ کو ایسا نبی مانتے ہیں بلکہ ایسے مدعی کو آپ کی اِتّباع میں کافر و کذّاب سمجھتے ہیں۔ اِسی حوالہ کے آگے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اردو میں تحریر فرماتے ہیں:-

'' غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ

کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اور اس پاک سرچشمہ سے جُدا ہو کر آپ ہی براہِ راست نبی اللہ بننا چاہتا ہے تو وہ مُلحد بے دین ہے۔ اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا اور احکام میں کچھ تغیر و تبدل کر دے گا۔ پس بِلا شُبہ وہ مسیلمہ کذّاب کا بھائی ہے۔''[۳۹]

ان دونوں حوالوں سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس جگہ پر حقیقی نبی سے وہ شخص مراد لیتے ہیں کہ جو نئی شریعت لانے کا مدعی ہو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کے بغیر براہِ راست نبوت پانے کا مدعی ہو۔ اور اس تعریف کو مدنظر رکھ کر اپنے لئے احادیث یا اپنے الہاموں میں لفظِ نبی کو ایک استعارہ قرار دیتے ہیں۔ یعنی اگر نبوتِ حقیقی کی یہ تشریح ہو تو آپ ایسے نبی ہرگز نہیں بلکہ اس صورت میں آپ کے لئے نبی کا لفظ بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ اور اِس مضمون کا ہم نے کبھی انکار نہیں کیا اور اسے ہمیشہ سے درست اور صحیح تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا حقیقی نبوت کی یہ تشریح قرآن کریم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا انبیائے سابقین یا اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ ہے؟ یا صرف لوگوں میں مشہور ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعریف حقیقی نبوت کی وہ ہے جو اِس وقت کے مسلمانوں میں رائج ہے اور چونکہ داعی مخاطبین کے خیالات کا خیال رکھتا ہے تا کہ انہیں دھوکا نہ لگے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس تعریف کے ماتحت اپنے حقیقی نبی ہونے کا انکار کیا ہے کیونکہ اگر آپ بغیر اس تشریح کے اپنے آپ کو نبی کہتے تو یقیناً لوگوں کو دھوکا لگتا اور وہ لوگ جو پہلے ہی اپنے علماء سے یہ سنتے چلے آ رہے تھے کہ یہ شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتّباع سے اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہے اور قرآن کریم کو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ منسوخ کر رہا ہے اور اپنا کلمہ لوگوں سے پڑھواتا ہے وہ دھوکا کھا جاتے اور ہدایت پانا ان کے لئے مشکل ہو جاتا۔ پس آپ نے اِس طرح ان لوگوں کو دھوکا سے بچایا اور ہدایت کا پانا ان کے لئے آسان کر دیا۔ یہ خیال کہ شاید حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کوئی نئی شریعت قائم کی ہے علماء کی طرف سے اِس قدر پھیلایا گیا ہے کہ اب تک کہ پچاس سال سلسلہ کو قائم ہوئے ہو گئے ہیں اس کا اثر بعض لوگوں کے دلوں پر موجود ہے۔ چنانچہ دو سال کی بات ہے کہ مَیں حیدر آباد سے آتے ہوئے دہلی میں ایک دو روز کے لئے ٹھہرا۔ تو جناب خواجہ سید حسن نظامی صاحب نے میری شام کی دعوت کی۔ چونکہ اُسی دن روزے شروع ہوئے تھے انہوں نے مقامی لوگوں کو مدنظر رکھتے

ہوئے افطاری کی بھی دعوت ساتھ کر دی۔ شام کے وقت افطاری کے بعد نماز کا سوال ہوا تو جناب خواجہ صاحب نے مجھ سے کہا کہ نماز کا دو جگہ انتظام ہے ایک چھت پر اور ایک نیچے، آپ کس جگہ نماز پڑھنا پسند کریں گے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ صاحبِ خانہ ہیں جہاں آپ فرمائیں گے ہم نماز پڑھ لیں گے۔ اِس پر ایک صاحب بولے کہ کیا نماز میں بھی تفرقہ ہوگا؟ میں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو تیار ہوں۔ اِس پر دوسرے صاحبان بھی آمادہ ہو گئے کہ نماز ایک ہی جگہ ہو اور میں نماز پڑھاؤں۔ اس دعوۃ میں مغلیہ شاہی خاندان کے ایک معزز فرد بھی شامل تھے مجھے ان کا نام یاد نہیں رہا سب انہیں شہزادہ صاحب کہہ کے پُکارتے تھے اس تجویز کو سن کر شاہزادہ صاحب ایک دوسرے صاحب کی طرف جُھکے اور اُن کے کان میں کچھ کہا جس پر انہوں نے سر ہِلا کر کہا کہ ہاں ہاں نماز تو ایک ہی طرح کی ہے۔ پھر وہ کِھل کِھلا کر ہنس پڑے اور فرمانے لگے کہ شاہزادہ صاحب مجھ سے دریافت فرماتے تھے کہ کیا یہ مغرب کی تین ہی رکعتیں پڑھیں گے اور مسلمانوں والی نماز ہی ہوگی اور میں نے انہیں تسلی دلائی ہے کہ نمازیں ایک ہی طرح کی ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔

اِس واقعہ سے ظاہر ہے کہ اب تک بعض علماء کا غلط پروپیگنڈا لوگوں پر اثر انداز ہے۔ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی نمازوں سے احمدیوں کی نمازیں جُدا ہیں۔ پس اس قسم کے غلط خیالات کو رد کرنے کے لئے ضروری تھا کہ نبی کی وہ تعریف جو لوگوں میں مروّج تھی اس کے مطابق نبی ہونے سے انکار کیا جاتا اور یہ کام نہایت ضروری اور اہم تھا جسے بأحسن وجوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پورا کیا۔

غیر احمدیوں کے نزدیک نبی کی تعریف

اب میں بتاتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے یہ ثابت ہے کہ غیر احمدی لوگ نبی کی یہی تعریف سمجھتے تھے کہ وہ شریعتِ جدیدہ لائے یا سابق شریعت میں کچھ ردّ و بدل کرے یا یہ کہ دوسرے نبی کا متبع نہ ہو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

> ''بعض یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ صحیح بخاری اور مسلم میں یہ لکھا ہے کہ آنے والا عیسیٰ اِسی اُمت میں سے ہوگا لیکن صحیح مُسلم میں صریح لفظوں میں اس کا نام نبی اللّٰہ رکھا ہے پھر کیونکر ہم مان لیں کہ وہ اِسی اُمت میں سے ہوگا۔''[۴۰]

اس اعتراض سے ظاہر ہے کہ غیر احمدی مسلمان خیال کرتے تھے کہ نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی دوسرے نبی کی امت میں سے نہ ہو یا شریعتِ جدیدہ لائے اور وہ نبی کی تعریف یہ کرتے تھے کہ جو شخص شریعتِ جدیدہ لائے یا براہِ راست نبوت کے مقام کو پائے وہی نبی کہلا سکتا ہے۔ (بلکہ یہ عقیدہ تو ایسا پھیلا ہوا ہے کہ اَوروں کو جانے دو مجھے بہت سے غیر مبائعین ملے ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتّباع کا دعویٰ کرتے ہیں۔ پس یہ عقیدہ نہ صرف غیر احمدیوں میں رائج ہے بلکہ خود غیر مبائعین میں بھی رائج ہے) ان لوگوں کا جو جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیا ہے میں وہ بھی ذیل میں درج کر دیتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:-

> ''اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام بدقسمتی دھوکا سے پیدا ہوئی ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرفِ مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحبِ شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔''[۱۴]

اِس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں مسلمانوں کا یہ عقیدہ تھا بلکہ اب تک ہے کہ نبی کی تعریف یہ ہے کہ وہ صاحبِ شریعت ہو یا کسی دوسرے نبی کا متبع نہ ہو۔ اور جو مدعی صاحبِ شریعت بھی نہ ہو اور دوسرے نبی کا متبع بھی ہو وہ نبی نہیں ہوسکتا۔ پس جس جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نبی کے لفظ کو استعارہ قرار دیا ہے اس سے یہی مراد ہوسکتی ہے کہ ایسے لوگوں کی تعریف نبوت کے بِالمقابل آپ اِس لفظ کو استعارہ قرار دیتے ہیں اور یہ درست ہے کہ اگر نبی کی تعریف یہ قرار دی جائے کہ وہ کوئی نئی شریعت لائے یا کسی سابق نبی کا متبع نہ ہو تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت نبی کا لفظ جہاں بھی آئے خواہ حدیث میں خواہ کسی اور کتاب میں اسے ایک استعارہ ہی قرار دینا پڑے گا تا کہ اس عقیدہ کے لوگوں کو دھوکا نہ لگے۔

یہ جواب اِس امر کو مدنظر رکھ کر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۱ء کے بعد بھی بعض مواقع پر اپنی نبوت کے لئے استعارہ کا لفظ استعمال فرمایا ہے ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک زمانہ ایسا بھی تھا کہ آپ بھی عام مسلمانوں کے عقیدہ کی بناء پر خیال کرتے تھے کہ نبی کے لئے شریعتِ جدیدہ کا لانا یا دوسرے نبی کا متبع نہ ہونا ضروری ہے۔ اور اس بناء پر آپ سمجھتے تھے کہ نبی کا

لفظ اگر آپ کی نسبت کہیں استعمال ہوا ہے تو اس سے مراد غیر نبی ہے مگر بعد میں جب خدا تعالیٰ کی متواتر وحی نازل ہوئی تو آپ نے اس عقیدہ میں تبدیلی فرمادی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

''اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اُس کو جُزئی فضیلت قرار دیتا تھا (یعنی اب اسے جُزئی فضیلت قرار نہیں دیتا بلکہ کُلّی فضیلت قرار دیتا ہوں۔ مرزا محمود احمد) مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اُس نے مجھے اِس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی'' (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹۔۱۵۰)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ آپ کسی زمانہ میں اِس بناء پر کہ حضرت مسیح نبی ہیں اور آپ نبی نہیں حضرت مسیح پر اپنی فضیلت کو جُزئی قرار دیتے رہے لیکن بعد میں جب اللہ تعالیٰ کی متواتر وحی نے جو بارش کی طرح ہوئی آپ کو نبی کہہ کر پکارا تو آپ نے اس جُزئی فضیلت کے عقیدہ کو ترک کر دیا اور سمجھ لیا کہ چونکہ خدا تعالیٰ مجھے نبی قرار دیتا ہے اِس لئے مسیح پر جو میری فضیلت کا ذکر الہامات میں آتا ہے وہ جُزئی فضیلت نہیں بلکہ ہمہ نوع فضیلت ہے کیونکہ ایک نبی کو دوسرے نبی پر کُلّی فضیلت ہوسکتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اور حوالہ بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مخالف آپ کے نبوت کے دعویٰ سے اپنے عقیدہ کی بناء پر اس دھوکا میں پڑ جاتے تھے کہ گویا آپ اسلامی شریعت منسوخ کرتے ہیں یا براہِ راست نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں۔

''یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں ہے۔''
(مکتوب اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

غرض یہ امر ثابت ہے کہ عام مسلمان چونکہ اس عقیدہ پر قائم تھے کہ نبی اسے کہتے ہیں جو نئی شریعت لائے یا براہِ راست نبوت پائے اور آپ کے نبی ہونے کے دعویٰ کو سن کر فوراً یہ سمجھنے لگتے تھے کہ آپ نے نئی شریعت یا نئے کلمہ کا دعویٰ کیا ہے آپ اُن کو سمجھانے کے لئے ان کے عقیدہ کو مدنظر رکھ کر استعارہ کا لفظ استعمال فرماتے تھے اور یہ امر حق ہے کہ دوسرے مسلمانوں کی تعریفِ نبوت کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کے لئے نبی کے لفظ کا استعمال استعارہ ہی سمجھا جائے گا۔ یعنی وہ اس حقیقت سے خالی سمجھا جائے گا جو عام مسلمانوں کے نزدیک نبوت میں پائی جاتی ہے۔

اس موقع پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ کیونکر معلوم ہوا کہ بعد میں کسی وقت خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی کی یہ تعریف نہ سمجھتے تھے کہ اس کے لئے شریعتِ جدیدہ کا لانا یا کسی دوسرے نبی کا متبع نہ ہونا ضروری ہے۔ اور پھر یہ کہ جو تعریف نبی کی وہ سمجھتے تھے اس کے مطابق اپنے آپ کو سچ مچ کا نبی یقین کرتے تھے سو اس کے جواب میں اول تو میں وہ حوالہ جات پیش کرتا ہوں۔ جن سے نبوت کی وہ تعریف معلوم ہوتی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک مسلّم تھی اور اس کے بعد ثابت کرونگا کہ اس تعریف کے ماتحت آپ اپنے آپ کو نبی سمجھتے تھے۔

نبی کی تعریف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے مطابق

پہلا حوالہ جو اِس بارہ میں مَیں نقل کرتا ہوں وہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی کی کیا تعریف ہے۔

خدا تعالیٰ کی اصطلاح: آپ فرماتے ہیں۔

> ''خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرتِ مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے۔''[۴۲]

قرآن کریم کی بیان کردہ تعریف: پھر فرماتے ہیں:۔

> ''جس کے ہاتھ پر اخبارِ غیبیہ منجانبِ اللہ ظاہر ہونگے بِالضرورت اس پر مطابق آیت فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ کے، مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔''[۴۳]

اسلام کی اصطلاح میں نبی کی تعریف: پھر آپ فرماتے ہیں:۔

> ''ایسے شخص میں ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت ہوتی ہے اور دوسری طرف بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح کا بھی ایک عشق ہوتا ہے۔ .... ایسے لوگوں کو اصطلاحِ اسلام میں نبی اور رسول اور محدث

کہتے ہیں۔ اور وہ خدا کے پاک مکالمات و مخاطبات سے مشرّف ہوتے ہیں اور خوارق ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر دعائیں ان کی قبول ہوتی ہیں۔'' [۴۴]

پھر فرماتے ہیں:-

'' خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کلام پاکر جو غیب پر مشتمل، زبردست پیشگوئیاں ہوں مخلوق کو پہنچانے والا اسلامی اصطلاح کی رو سے نبی کہلاتا ہے۔'' [۴۵]

گزشتہ انبیاء کے نزدیک نبوت کی تعریف: پھر آپ فرماتے ہیں:-

'' جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کُھلے طور پر امورِ غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔'' [۴۶]

عربی اور عبرانی زبانوں کے مطابق نبی کی تعریف: پھر فرماتے ہیں:-

''عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنے ہیں کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیشگوئی کرنیوالا۔ اور بغیر کثرت کے یہ معنے متحقق نہیں ہو سکتے۔''

(مکتوب مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

پھر فرماتے ہیں:-

'' اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنے لغت کے رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا۔'' [۴۷]

آپ کے نزدیک نبی کی تعریف: پھر فرماتے ہیں:-

'' آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں مَیں اس کی کثرت کا نام بموجب حُکمِ الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔'' [۴۸]

اسی طرح فرماتے ہیں:-

'' خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے

ہوں اسے نبی کہتے ہیں۔'' ۴۹؎

پھر فرماتے ہیں:-

''نبی اُس کو کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے۔'' ۵۰؎

پھر فرماتے ہیں:-

''میرے نزدیک نبی اُسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی وقطعی بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو۔'' ۵۱؎

نبی کے لئے شریعت لانا یا صاحبِ شریعت کا متبع نہ ہونا ضروری نہیں

پھر فرماتے ہیں:-

''یہ تمام بدقسمتی دھوکا سے پیدا ہوئی ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرفِ مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحبِ شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔'' ۵۲؎

پھر فرماتے ہیں:-

''نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں ہے۔ یہ صرف موہبت ہے جس کے ذریعہ سے امورِ غیبیہ کُھلتے ہیں۔'' ۵۳؎

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کثرت سے امورِ غیبیہ پر اطلاع دی گئی

مذکورہ بالا عبارتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں نبی کی تعریف خداتعالیٰ کی اصطلاح میں، قرآن کریم کی اصطلاح میں، اسلام کی اصطلاح میں، انبیائے سابقین کی اصطلاح میں لُغت کے اصطلاح میں اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک اور وہ بھی خداتعالیٰ کے حکم کے ماتحت صرف یہ ہے کہ کسی کو کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع دی جائے اور جب یہ امر متحقق ہو گیا تو ماننا پڑے گا کہ حدیث میں جو لفظ نبی کا آپ کی نسبت استعمال ہؤا ہے۔ اسے اگر آپ نے کبھی بھی استعارہ قرار دیا ہے تو یہ استعارہ کا لفظ عام مسلمانوں کی تعریف نبوت کو مدنظر رکھ کر ہے ورنہ مذکورہ بالا ہستیوں کی تعریف کے مطابق نبی کا لفظ حدیث میں بطور استعارہ استعمال نہیں ہؤا بلکہ حقیقت پر مبنی ہے۔ کیونکہ اگر مذکورہ بالا ہستیوں کی تعریف کے مطابق حدیث مُسلم میں اس لفظ کو

حقیقی نہ سمجھا جائے بلکہ استعارہ سمجھا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کثرت سے امورِ غیبیہ ظاہر نہیں کئے گئے بلکہ صرف استعارةً کہہ دیا گیا ہے کہ آپ کو امورِ غیبیہ پر کثرت سے اطلاع دی گئی ہے کیونکہ ان ہستیوں کے نزدیک نبی کی تعریف صرف یہ ہے کہ کسی کو کثرت سے امورِ غیبیہ پر اطلاع دی جائے۔ اور ایسا خیال کرنا کہ آپ کو اخبارِ غیبیہ فِی الحقیقت کثرت سے نہیں دی گئیں بلکہ محض استعارةً ایسا کہہ دیا گیا ہے بِالبداہت غلط ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام متواتر اس امر کا دعویٰ فرما چکے ہیں کہ مجھ پر کثرت سے امورِ غیبیہ ظاہر کئے گئے ہیں بلکہ یہاں تک فرما چکے ہیں کہ:-

''خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اِس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ آخری زمانہ تھا اور شیطان کا مع اپنی تمام ذریت کے آخری حملہ تھا اِس لئے خدا نے شیطان کو شکست دینے کے لئے ہزارہا نشان ایک جگہ جمع کر دیئے لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے۔'' [۵۴]

اِس حوالہ سے ظاہر ہے کہ نہ صرف یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کثرت سے امورِ غیبیہ پر اطلاع دی گئی ہے بلکہ اس کثرت سے اطلاع دی گئی ہے کہ اگر اسے ہزار نبیوں پر تقسیم کر دیا جائے تو ہزار نبی کی نبوت بھی ثابت ہو جائے۔

اسی طرح فرماتے ہیں:-

''اور اگر کہو کہ اِس وحی کے ساتھ جو اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو ہوئی تھی معجزات اور پیشگوئیاں ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس جگہ اکثر گزشتہ نبیوں کی نسبت بہت زیادہ معجزات اور پیشگوئیاں موجود ہیں۔ بلکہ بعض گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور پیشگوئیوں کو ان معجزات اور پیشگویوں سے کچھ نسبت ہی نہیں۔'' [۵۵]

اِس حوالہ سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اکثر انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور پیشگوئیوں سے بہت زیادہ معجزات اور پیشگوئیاں عطا ہوئیں۔ اور بعض سے تو اس قدر زیادہ یہ نعمت ملی ہے کہ ان نبیوں کی پیشگوئیوں اور معجزات کو آپ کی پیشگوئیوں اور معجزات

سے کچھ نسبت ہی نہیں ہے۔

جب آپ کی پیشگوئیوں اور اظہار عَلَی الْغَیْب کا یہ حال ہے تو پھر آپ کی نسبت نبی کی اِس تعریف کو مدنظر رکھتے ہوئے نبی کے لفظ کو استعارہ قرار دینے کے صرف یہ معنی ہونگے کہ گزشتہ انبیاء میں سے اکثر بھی نبی نہ تھے بلکہ ان کے لئے استعارۃً نبی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور یہ بھی بِالبداہت باطل ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں پر علومِ غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ سے ظاہر ہے۔ پس مصفّٰی غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ہوا۔''[۵۶]

خلاصۂ کلام یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو حدیث میں نبی کے لفظ کے استعمال کو استعارہ قرار دیا ہے وہ خدا تعالیٰ کی اصطلاح قران کریم کی اصطلاح، اسلام کی اصطلاح اور گزشتہ انبیاء کی اصطلاح اور اپنی اصطلاح کے مطابق نہیں قرار دیا بلکہ کسی اور اصطلاح کے مدنظر استعارہ قرار دیا ہے۔ مگر جہاں تک دین کا تعلق ہے ہم اسی اصطلاح پر اپنے عقیدہ کی بنیاد رکھ سکتے ہیں جو مذکورہ بالا ہستیوں کی طرف سے مقرر ہو کسی دوسرے شخص کی اصطلاح کے مطابق اگر مذکورہ بالا صفات والا شخص نبی نہ قرار پاتا ہو تو یہ اصطلاح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو زُمرہ انبیاء سے خارج نہیں کرسکتی۔ ہاں اُس کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے ضروری ہوگا کہ ہم یہ بھی کہتے رہیں کہ اس کی اصطلاح کے مطابق یہ لفظ استعارۃً استعمال ہوا ہے تا کہ اسے دھوکا نہ لگے اور وہ ٹھوکر نہ کھائے۔

اب رہا یہ سوال کہ کیا اس تعریف کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آپ کو نبی کہا ہے؟ تو اس کے لئے مندرجہ ذیل حوالے پیش کئے جاتے ہیں آپ فرماتے ہیں۔

''چونکہ میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی وقطعی بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو اس لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا مگر بغیر شریعت کے۔''[۵۷]

اسی طرح فرماتے ہیں:-

''خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت وکیفیت

دوسروں سے بڑھ کر ہو اور اُس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اُسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں۔'' ۵۸

خلاصہ اوپر کے مضمون کا یہ ہے کہ حدیث میں نبی کے لفظ کو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے استعارہ قرار دیا ہے وہ محض اِس بناء پر ہے کہ عام مسلمانوں میں یہ عقیدہ پایا جاتا تھا کہ نبی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ شریعتِ جدیدہ لائے اور کسی دوسرے نبی کا متبع نہ ہو۔ اور آپ بھی اُس وقت تک کہ خدا تعالیٰ کی متواتر وحی نے آپ کے خیال میں تبدیلی نہ کر دی عام مسلمانوں کے خیال کے مطابق ایسا سمجھتے رہے۔ پس ایک زمانہ تک تو عام مسلمانوں کے خیال اور اس کے مطابق اپنے خیال کی بناء پر آپ اسے استعارہ قرار دیتے رہے اور بعد میں جب اللہ تعالیٰ کی وحی نے آپ پر حقیقت کو واضح کر دیا تو آپ صرف عوام کی تشریح کے مطابق اور ان کو دھوکا سے بچانے کے لئے اسے استعارہ قرار دیتے رہے تا وہ آپ کے دعویٰ سے یہ نہ سمجھ لیں کہ آپ کو صاحبِ شریعت ہونے کا دعویٰ ہے ورنہ اِس تعریف کو مدنظر رکھتے ہوئے جو خدا تعالیٰ کی اصطلاح میں، قرآن کریم کی اصطلاح میں، اسلام کی اصطلاح میں، سابق انبیاء کی اصطلاح میں، لُغت کی اصطلاح اور خدا تعالیٰ سے علم پانے کے بعد خود آپ کی اصطلاح میں نبی کی ہے آپ نے کبھی اسے استعارہ نہیں قرار دیا۔ اور جو شخص ان اصطلاحات کی بناء پر بھی آپ کی نبوت کو محض استعارۃً نبوت قرار دیتا ہے اُسے دو باتوں میں سے ایک کو ضرور تسلیم کرنا پڑیگا۔ یا تو اسے یہ ماننا پڑے گا کہ آپ کو کثرت سے امورِ غیبیہ عطاء نہیں ہوئیں یا اسے پھر یہ ماننا پڑے گا کہ سابق انبیاء میں سے بھی اکثر نبی نہ تھے۔

ایک شُبہ کا ازالہ

اِس جگہ ایک شُبہ پیش کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی ایک تحریر میں یہ درج ہے کہ:-

''اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکامِ شریعتِ سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبیِ سابق کی اُمت نہیں کہلاتے اور براہِ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔'' ۵۹

اِس حوالہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ شریعتِ جدیدہ لانے یا براہِ راست نبی ہونے کی شرط کو نبی کے لئے عوام مسلمانوں کا عقیدہ قرار نہیں دیتے بلکہ اسلام کی اصطلاح قرار دیتے ہیں اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اسلام کی اصطلاح پہلے کچھ تھی اور بعد میں کچھ اور ہو گئی۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ جو حوالے میں اوپر لکھ آیا ہوں ان میں سے دو میں آپ نے اسلام کی اصطلاح میں نبوت کی یہ تعریف کی ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے امورِ غیبیہ پر مطلع کیا جائے وہ نبی ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک حوالہ تو الحکم کی ڈائری کا ہے اور دوسرا حوالہ آپ کی تصنیف لیکچر سیالکوٹ کا ہے۔ اب اس مخالف حوالہ کو مدنظر رکھ کر ہم دو میں سے ایک بات تسلیم کر سکتے ہیں یا تو یہ کہ ان میں سے ایک حوالہ غلط ہے یا پھر یہ کہ ان حوالوں میں اسلام کی اصطلاح کے الفاظ دو مختلف معنوں میں مستعمل ہوئے ہیں۔ اگر اس اختلاف کی یہ تأویل کی جائے کہ الحکم ۱۸۹۹ء کا حوالہ درست ہے اور دوسرے دو حوالے غلط ہیں تو یہ بِالبداہت باطل ہے۔ کیونکہ اول تو ''الحکم'' کے اِس حوالہ کے مقابل پر دو حوالے ہیں جن میں سے ایک ڈائری کا حوالہ ہے اور دوسرا خود آپ کی تصنیف کا۔ اگر آپ کی تحریر کے مقابل پر صرف ڈائری ہوتی تو خیال کیا جا سکتا تھا کہ ڈائری غلط ہے مگر جب کہ ڈائری کی تائید آپ کی تصنیف کر رہی ہے اسے غلط کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ اور اگر یہ تأویل کی جائے کہ ان دونوں قسم کے حوالوں میں اسلام کی اصطلاح مختلف معنوں میں استعمال ہوتی ہے تو میرے نزدیک ۱۸۹۹ء کے الحکم کے حوالہ میں اسلام کی اصطلاح کے معنے اہلِ اسلام کی اصطلاح کے ہیں اور یہ مراد نہیں کہ دینِ اسلام کی اصطلاح میں نبی اسے کہتے ہیں کہ جو شریعت لائے یا براہِ راست نبی ہو۔ اور اگر یہ تأویل کی جائے تو پھر اس حوالہ سے نفسِ مضمون پر کچھ بھی اثر نہیں پڑتا کیونکہ یہ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کے نزدیک نبوت کے یہی معنے ہیں۔

اہلِ اسلام کو لفظِ اسلام سے تعبیر کرنا محاورہ بھی ہے مثلاً مسلمانوں کے روزمرہ میں یہ بولا جاتا ہے کہ آج اسلام کی یہ حالت ہے کہ ہر جگہ وہ ذلیل ہو رہا ہے اور اس سے مذہبِ اسلام نہیں بلکہ مسلمان مراد لئے جاتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی اصرار کرے کہ نہیں الحکم ۱۸۹۹ء کا حوالہ ہی اصل ہے یا یہ کہ اس میں تو اسلام سے مراد دینِ اسلام ہے اور دوسرے دو حوالوں میں اسلام کی اصطلاح سے مراد اہلِ اسلام کی اصطلاح ہے تو میں کہتا ہوں کہ ایسے شخص کو دو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اول تو اسے یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ زمانہ حال کے مسلمانوں کے نزدیک نبی اسے کہتے ہیں کہ جو محض مکالمہ و مخاطبہ سے مشرّف ہو اور غیب کی اخبار پر اسے غلبہ دیا جائے اور یہ بِالبداہت غلط ہے۔ مسلمان تو اس عقیدہ کو کُلّی طور پر ردّ کرتے ہیں یہ عقیدہ تو بار بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے پیش کیا جاتا رہا ہے مگر آپ کے مخالف اسے خود ساختہ تعریف قرار دے کر

اِس امر پر اصرار کرتے رہے ہیں کہ نبی کے لئے نیا کلمہ اور نئی شریعت لانا ضروری ہے اور وہ دوسرے نبی کا متبع نہیں ہوسکتا اگر غیر احمدیوں کے نزدیک نبوت کی صرف یہ تعریف ہوتی کہ جو مکالمہ ومخاطبہ سے مشرّف ہو اور امورِ غیبیہ پر کثرت سے اطلاع پائے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان کے مقابل پر اس قدر مشکلات کا سامنا کیوں ہوتا؟ نیز اِس تاویل کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی ردّ فرماتے ہیں کیونکہ آپ فرماتے ہیں۔

''یہ تمام بدقسمتی دھوکا سے پیدا ہوئی ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرفِ مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اُس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحبِ شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔''[۶۰]

اِس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخالف نبی کی یہ تعریف نہیں مانتے تھے کہ وہ بغیر شریعت کے بھی آ سکتا ہے اور کسی دوسرے نبی کا متبع بھی ہوسکتا ہے۔ دوسری مشکل یہ پیش آئے گی کہ جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام صاف طور پر تحریر فرما چکے ہیں کہ نبی کی تعریف خدا تعالیٰ کے نزدیک، قرآن کریم کے نزدیک، سابق انبیاء کے نزدیک اور اللہ تعالیٰ کے حُکم کے ماتحت خود آپ کے نزدیک یہی ہے کہ وہ مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف ہو اور امورِ غیبیہ کثرت سے اس پر ظاہر کئے جائیں۔ پس اگر میرے بیان کردہ اوپر کے حوالوں کی یہ تاویل کی گئی کہ اِن میں اسلام کی اصطلاح سے مراد اہلِ اسلام کی اصطلاح ہے نہ کہ مذہب اسلام کی اصطلاح تو خلاصۂ مطلب یہ نکلے گا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک، قرآن کریم کے نزدیک، سابق انبیاء کے نزدیک اور اللہ تعالیٰ کے حُکم کے ماتحت خود آپ کے نزدیک یہی ہے کہ وہ مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف ہو اور امورِ غیبیہ کثرت سے اُس پر ظاہر کئے جائیں۔ پس اگر میرے بیان کردہ اوپر کے حوالوں کی یہ تأویل کی گئی کہ ان میں اسلام کی اصطلاح سے مراد اہلِ اسلام کی اصطلاح ہے نہ کہ مذہبِ اسلام کی اصطلاح تو خلاصۂ مطلب یہ نکلے گا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک، قرآن کریم کے نزدیک، سابق انبیاء کے نزدیک اور اللہ تعالیٰ کے حُکم سے مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک تو نبوت کی تعریف یہ ہے کہ جو مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف ہو اور کثرت سے امورِ غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں۔ لیکن اسلام کے نزدیک اس کی تعریف یہ ہے کہ جو شریعتِ جدیدہ لائے یا براہِ راست نبوت پائے۔ یہ معنی کیسے خلافِ عقل ہونگے اور وہ مذہبِ اسلام کون سا ثابت کیا

جائے گا جو خدا تعالیٰ کی اصطلاح، قرآن کریم کی اصطلاح اور سابق انبیاء کی اصطلاح اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام سے قائم کردہ اصطلاح کے خلاف کوئی اور اصطلاح پیش کرتا ہے۔

غرض یہ امر روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ یا تو الحکم کے حوالہ میں ''اہل'' کا لفظ چھوٹ گیا ہے یا پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب یہ الفاظ تحریر فرمائے تھے اُس وقت آپ کی مراد اسلام سے دینِ اسلام نہ تھی بلکہ اہلِ اسلام تھی (گو یہ بھی ممکن ہے کہ آپ اُس وقت تک اس عام طور پر تسلیم کی ہوئی تعریف کو خود بھی صحیح تسلیم کرتے ہوں) اور جب آپ نے لیکچر سیالکوٹ میں اسلام کی اصطلاح کے الفاظ استعمال فرمائے تو اُس وقت اِس انکشاف کے ماتحت جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر ہو چکا تھا آپ کی مراد اسلام کی اصطلاح سے وہی اصطلاح تھی جو خدا تعالیٰ اور قرآن کریم اور سابق انبیاء کی اصطلاح ہے اور یہی تاویل ہے جو ہر قسم کے اعتراضات سے آپ کی تحریرات کو بچاتی ہے۔

جناب مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک میرا پانچواں اعتراف

جناب مولوی محمد علی صاحب کے بیان کردہ چار اعترافوں کا جواب میں یکجائی طور پر اوپر دے آیا ہوں اب میں ان کے قول کے مطابق اپنے پانچویں اعتراف پر کچھ روشنی ڈالتا ہوں۔ مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ مَیں بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کو کہ حدیث نواس بن سمعان میں نبی کا لفظ استعارہ کے طور پر استعمال ہوا ہے اس لئے پسِ پُشت ڈالتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے موعود کو مجدّد نہیں کہا۔ پھر فرماتے ہیں کہ ''بات تو صاف تھی کہ جب وعدہ صرف مجدّدوں کے آنے کا دیا ہے تو جو بھی آئے گا مجدّد ہی آئے گا مجدّد کہنے کی ضرورت نہ تھی۔'' مگر بقول مولوی صاحب اس مشکل کو بھی میں نے خود ہی حل کر دیا ہے کیونکہ میں نے خود ہی لکھ دیا کہ ''اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ فرما کر اس طرف توجہ دلا دی کہ وہ آنے والا مسیح تم میں سے ہوگا یعنی امتِ محمدیہ کا فرد ہوگا۔''[۶۱] یہ فقرہ لکھ کر تحریر فرماتے ہیں۔ ''اب دقّت کیا رہی اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ تو صراحت سے بتاتا ہے کہ وہ اس امت کا ایک مجدّد ہوگا۔''[۶۲] سُبْحَانَ اللّٰہِ کیا لطیف استدلال ہے دعویٰ کو دلیل کے طور پر پیش کرنا اِسی کو کہتے ہیں۔ مولوی صاحب کو نہ معلوم اس موقع پر یہ امر کیوں بھول گیا کہ ہم لوگ تو نبی کی یہ تعریف کرتے ہی نہیں کہ جو اُمت میں سے نہ ہو بلکہ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا اُمتی ہوتے ہوئے ایک شخص نبی ہوسکتا ہے پھر اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کی حدیث لکھنے سے میرا کونسا اعتراف ثابت ہوا جس پر وہ اِس قدر خوش ہیں۔ اگر یہ اعتراف ہے تو اس کے لئے انہیں میرے خطبہ ۶ ؍جون ۱۹۴۱ء کے انتظار کی کیوں ضرورت پیش آئی؟ مَیں تو شروع سے ہی یہ کہتا چلا آرہا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہیں۔ یہ اعتراف تو ہوش سنبھالنے کے زمانہ سے ہے جس پر کوئی چالیس سال گزر چکے ہیں کوئی نیا اعتراف نہیں۔ اگر اس عقیدہ کے ہوتے ہوئے وہ ہمیں نبوت کے مسئلہ میں نئی بات پیدا کرنے والا نہیں سمجھتے تو اِس قدر شور کس امر کا ہے۔

مولوی صاحب موصوف کو یاد رہے کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز ہو کر نبی بنے تھے اور ان ہی معنوں میں ہم آپ کو نبی اور رسول کہتے ہیں۔ اسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی آپ کا نام نبی رکھا گیا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو مولوی صاحب فرمائیں کہ اسے کس نام سے پکارا جائے۔ اگر وہ یہ فرمائیں کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہارِ غیب نہیں ہیں۔ مگر نبوت کے معنے اظہارِ امرِ غیب کے ہیں۔ اور پھر میں مولوی صاحب سے کہتا ہوں کہ نبی ایک لفظ ہے جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے یعنی عبرانی میں اِسی لفظ کو نابی کہتے ہیں اور یہ لفظ نابا سے مشتق ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرنا۔ اور نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحبِ شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔ پس جب ہمارا یہ عقیدہ ہے تو اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ سے یہ اقبالی ڈگری کیونکر میرے خلاف جاری ہوگئی کہ چونکہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع مانتا ہوں اس لئے میں اقبال کرتا ہوں کہ آپ مجدّد تھے نبی نہ تھے۔ مولوی صاحب کو نہ معلوم میری تحریر میں سے صرف پانچ اقبالی ڈگریاں کیوں ملیں ایسی اقبالی ڈگریاں تو میری تصانیف میں سینکڑوں موجود ہوں گی۔

مسیح موعود اپنے وقت کا مجدّد ہوگا

پھر جناب مولوی صاحب ازالہ اوہام صفحہ ۵۹ کا یہ حوالہ پیش کرتے ہوئے مجھ پر لاعلمی کا الزام رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو یہ تحریر فرماتے ہیں کہ ’’ابتداء سے یہی مقرر ہے کہ مسیح اپنے وقت کا مجدّد ہوگا‘‘ [۶۳] پھر میں اِس کا انکار کیوں کر رہا ہوں۔ یہ میری لاعلمی کی دلیل نہیں بلکہ

مولوی صاحب کی لاعلمی کی دلیل ہے کیونکہ ہم ہرگز یہ نہیں کہتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجدّد نہ تھے۔ ہم تو بارہا مخالفوں کے سامنے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اگر حضرت مرزا صاحب علیہ السلام صادق نہیں تو بتاؤ کہ چودھویں صدی کا مجدّد کہاں ہے؟ پس یہ مولوی صاحب کی ہمارے عقیدہ سے لاعلمی کا ثبوت ہے کہ ان کے خیال میں ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مجدّد نہیں سمجھتے۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مسلمان بھی سمجھتے ہیں، مؤمن بھی سمجھتے ہیں، صالح بھی سمجھتے ہیں، شہید بھی سمجھتے ہیں کہ آپ نے اسلام کی خدمت میں ہر لحظہ اپنی جان قربان کی، صدیق بھی سمجھتے ہیں، محدث بھی سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام کیا، مجدد بھی سمجھتے ہیں کہ آپ نے زمانہ کے فسادات کو دُور کیا اور نبی بھی سمجھتے ہیں۔ جس طرح ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اول المؤمنین سمجھتے ہیں، صالح سمجھتے ہیں، شہید سمجھتے ہیں، صدیق سمجھتے ہیں، محدث سمجھتے ہیں، مجدّدِ اعظم سمجھتے ہیں۔[۶۴] اور نبی اور رسول بھی سمجھتے ہیں اور سید الانبیاء بھی سمجھتے ہیں اور خاتم النبیین بھی سمجھتے ہیں۔ کیا مولوی صاحب کا یہ عقیدہ نہیں اور ان کے خیال میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اِس کے کہ محدث ہوتے یعنی ان سے کلامِ الٰہی ہوتا اور بغیر اس کے کہ وہ مجدّد ہوتے یعنی مفاسدِ زمانہ کی اصلاح کرتے نبی اور رسول ہو گئے تھے۔ اگر آپ محدث نہ تھے یعنی خدا تعالیٰ آپ سے کلام نہیں کرتا تھا (**نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ تِلْکَ الْخُرَافَاتِ**) اور اگر آپ مجدّد نہ تھے یعنی دنیا میں کوئی نیا عِلم آپ نہیں لائے تھے (**نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ**) تو پھر فرمایئے کہ آپ صاحبِ شریعتِ جلیلہ و فائقہ نبی کیونکر ہو گئے؟ مجھے تو ڈر ہے کہ آپ اگر اِسی قسم کے دلائل پر اپنی تحریرات کی بنیاد رکھنے لگے تو جن نبیوں کے متعلق **صِدِّیْقًا نَّبِیًّا**[۶۵] یا **نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ**[۶۶] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں ان کے متعلق بھی اقبالی ڈگریاں دینے لگ جائیں گے کہ بس جب مان لیا کہ صالح اور صدیق تھے تو پھر نبی کس طرح ہو گئے۔

جناب مولوی صاحب! ہمارا اور آپ کا یہ اختلاف نہیں کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام محدث یا مجدّد نہ تھے بلکہ یہ اختلاف ہے کہ آپ کے نزدیک وہ صرف محدّث اور مجدّد تھے مگر ہمارے نزدیک وہ باقی سب انبیاء کی طرح محدّث اور مجدّد ہونے کے علاوہ نبی کے مقام پر بھی فائز تھے۔ پس آپ نے میرے اعتراف کو پیش نہیں کیا بلکہ اپنی غلط فہمی کا اعتراف فرمایا ہے۔

پھر اس اعتراف کے ذکر کے دوران میں جناب مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس حوالہ کو بھی پیش کیا ہے کہ ’’نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو

خدا تعالیٰ کے حُکم سے کیا گیا ہے۔'' [۶۷] یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس معاملہ میں میری لاعلمی ہے یا جناب مولوی صاحب کی۔ مگر میں اِس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ ہم اس کے کبھی بھی منکر نہیں ہوئے کہ آپ خدا تعالیٰ کے حُکم سے محدث تھے ہم تو یقین رکھتے ہیں کہ آپ سے خدا تعالیٰ ہمکلام ہوتا تھا اس لئے آپ خدا تعالیٰ کے حُکم سے محدّث تھے اور آپ نے ان خرابیوں کو اللہ تعالیٰ کے حُکم سے دور کیا جو مسلمانوں میں پڑ گئی تھیں اس لئے آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت مجدّد تھے اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر امورِ غیبیہ کو کثرت سے ظاہر کیا آپ اللہ تعالیٰ کے نبی بھی تھے۔

باقی رہا یہ سوال کہ آپ فرماتے ہیں کہ نبوت کا دعویٰ نہیں، سو یہ بات بار بار ثابت کی جا چکی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک وقت تک عام مسلمانوں کے خیال کے مطابق یہ خیال تھا کہ نبی کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ شریعتِ جدیدہ لائے یا یہ کہ کسی سابق نبی کا متبع نہ ہو اس وقت تک آپ اپنی نسبت نبی کے الفاظ کے استعمال کی تأویل فرماتے تھے اور یہ قرار دیتے تھے کہ اس کے معنے محض محدث کے ہیں جو نبی نہیں ہوتا۔ مگر بعد میں جب اللہ تعالیٰ کی متواتر اور بارش کی طرح کی وحی نے آپ کو نبی کا خطاب دیا تو آپ نے یہ عقیدہ بدل لیا۔ پس یہ حوالہ کسی طرح بھی ہمارے عقیدہ پر اثر انداز نہیں خصوصاً جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں۔

> '' اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف اِن معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانیوالا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علمِ غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اِس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔ سو اَب بھی میں اِن معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا اور میرا یہ قول ''من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب'' اس کے معنے صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحبِ شریعت نہیں ہوں۔'' [۶۸]

اب جناب مولوی صاحب توجہ فرمائیں کہ نبوت کا دعویٰ نہیں کے معنے اِس حوالہ کی موجودگی میں یہی لئے جائیں گے کہ آپ صاحبِ شریعتِ جدیدہ یا براہِ راست نبی نہ تھے بلکہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے فیض سے رسول ہوئے اور اس سے کسے انکار ہے اگر آپ کو بھی یہی اقرار ہو تو ہمارا آپ سے کوئی جھگڑا نہیں۔

باقی رہا یہ سوال کہ ''بلکہ محدثیت کا ہے'' کے الفاظ سے اور کسی دعوے کا انکار نکلتا ہے تو اِس کا جواب مَیں پہلے دے آیا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:-

''اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں تحدیث کے معنے کسی لُغت کی کتاب میں اظہارِ غیب نہیں ہے۔''[۲۹]

اِس حوالہ سے ظاہر ہے کہ اس وقت آپ پر یہ امر منکشف ہو چکا تھا کہ اظہار عَلَی الْغَیْب والے شخص کا مقام محدث کے مقام کے اوپر ہے پس اِس انکشاف کے بعد بھی اگر مولوی صاحب آپ ہم کو غافل رہنے کی تلقین کریں تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ ایمان کا معاملہ ہے اِس میں کسی کا لحاظ نہیں کیا جا سکتا۔ اِس کے علاوہ مَیں آپ کو مندرجہ ذیل حوالہ کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:-

''خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بڑھ کر ہو اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اُسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں۔''

(بدر ۵/مارچ ۱۹۰۸ء)

جبکہ آپ کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت جہاں جہاں نبی کا لفظ آتا ہے اس کے معنے محض محدث کے ہیں تو اِس حوالہ میں ذرا محدث کا لفظ رکھ کر دکھا دیجئے۔ محدث کا لفظ اس جگہ رکھنے سے عبارت یُوں ہو جاتی ہے۔ ''خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ و مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بڑھ کر ہو اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اُسے محدث کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم محدث ہیں۔'' اب ذرا اِس عبارت کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فقرہ بھی ملاحظہ فرمایئے۔

''غرض اِس حصۂ کثیر وحیِ الٰہی اور امورِ غیبیہ میں اِس اُمت میں سے مَیں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اِس اُمت میں سے گزر چکے ہیں اُن کو یہ حصۂ کثیر اِس نعمت کا نہیں

دیا گیا۔‘‘ ۱۰؎

اوپر کے حوالہ میں نبی کی جگہ محدث کا لفظ رکھ کر اور دوسرے حوالہ سے ملا کر پڑھنے سے کیا یہ بات نہیں نکلتی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پہلے کوئی محدث اِس اُمت میں نہیں گزرا۔ کیونکہ آپ کی تشریح کے مطابق بدر ۵؍ مارچ ۱۹۰۸ء کی ڈائری میں اگر نبی کی جگہ محدث کے الفاظ رکھ دیئے جائیں تو اِس کے صرف یہی معنے نکلتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صرف اور صرف ایک محدث اِس اُمت میں گزرے ہیں چلیے چُھٹی ہوئی۔ نبوت سے اِس اُمت کو پہلے جواب مل چکا تھا اب تیرہ سَو سال کے محدثین کو بھی جواب مل گیا ہے مگر مشکل یہ پیش آئے گی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر اِس اُمت میں محدث ہوئے تو عمرؓ ضرور ان میں ہوگا۔ ۱۱؎ اگر عمرؓ کو محدثیت سے جواب دیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات غلط ہوتی ہے۔ اور اگر کم سے کم حضرت عمرؓ کو محدث تسلیم کر لیا جائے تو یا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بات کی تغلیط ہوتی ہے یا پھر حضرت عمرؓ کو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ اِس اُمت سے جواب ملتا ہے۔ کیونکہ اس تعریف کے رو سے اِس اُمت میں تو اور کوئی محدث گزرا نہیں اور ان سب مشکلات پر مزید یہ مشکل پیش آتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:-

’’اگر کہو اِس کا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں تحدیث کے معنے کسی لُغت کی کتاب میں اظہارِ غیب کے نہیں ہیں۔‘‘ ۱۲؎

پس اگر نبی کی جگہ محدث کے الفاظ رکھ دیں تو یہ حوالہ اس حوالہ کو کاٹتا ہے اور اس کے خلاف فتویٰ دیتا ہے۔

پھر جناب مولوی محمد علی صاحب فرماتے ہیں کہ:-

’’مسیح موعود کو یہ بتا کر کہ آپ کا اصل مقام محدث ہے نبی نہیں اس غلطی کو دور کر دیا گیا۔ مگر جو خود اِس غلطی میں رہنا چاہیں انہیں کون نکال سکتا ہے۔‘‘

میرا جواب یہ ہے کہ یہ سوال ایسا آسان نہیں کیونکہ اگر بقول آپ کے ازالہ اوہام میں اس غلطی کا ازالہ کر دیا گیا تھا تو پھر ایک غلطی کے ازالہ میں آپ نے یہ کیوں تحریر فرمایا۔

’’اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنے لغت کے رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنے صادق آئیں گے نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا۔ اور نبی کا رسول ہونا شرط ہے۔ کیونکہ اگر

وہ رسول نہ ہو۔ تو پھر غیب مصفّٰی کی خبر اس کو مل نہیں سکتی۔ اور یہ آیت روکتی ہے لَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ[۳] اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان معنوں کے رو سے نبی سے انکار کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ امت مکالمات و مخاطبات الٰہیہ سے بے نصیب ہے کیونکہ جس کے ہاتھ پر اخبارِ غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں گے۔ بِالضرور اس پر مطابق آیت لَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔"[۴]

اور آپ نے آخری خط میں جو اخبار عام میں چھپا ہے یہ کیوں فرمایا۔

"جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر اس سے انکار کر سکتا ہوں مَیں اِس پر قائم ہوں اُس وقت تک جو اِس دنیا سے گزر جاؤں۔"[۵]

مولوی صاحب آپ نے غور فرمایا کیا آپ کے الفاظ کہ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔ حضرت مسیح ناصریؑ کے اس قول کی طرز پر تو کلام نہیں کیا گیا۔ جس میں وہ فرماتے ہیں وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّادُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ[۶] اور کیا یہ تو اشارہ نہیں کہ میں اپنی زندگی میں تو اس دعویٰ سے پھرتا نہیں۔ میرے مرنے کے بعد اگر بعض احمدی اس سے پھر جائیں تو میں ان کا ذمہ دار نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں نبی سے مراد محدث ہے

اس کے بعد مولوی صاحب نے بعض حوالے نقل کئے ہیں جن سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں جہاں لفظ نبی آیا ہے اس سے مراد محدث ہے۔ مثلاً سراج منیر صفحہ ۳،۴ سے ایک حوالہ درج کیا ہے جس کے بعض الفاظ یہ ہیں۔

"سو خدا کی اصطلاح ہے جو اس نے ایسے لفظ استعمال کئے۔ ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کے رو سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پُرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مُرسل کے لفظ سے یاد کرے۔"[۷]

اس حوالہ سے اگر کچھ نکلتا ہے تو صرف یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کی اصطلاح کے مطابق نبی کہا جا سکتا ہے۔ ہاں ایک حقیقی معنے ایسے بھی ہیں کہ ان کے رو سے آپ کو نبی نہیں کہا جا سکتا۔ ان کے رو سے آپ کی نسبت یہ لفظ مجاز ہے۔ سو ہم بھی یہی مانتے ہیں کہ مسلمانوں میں نبی کی جو تعریف عام طور پر رائج ہے اس کے رو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حقیقی نبی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس تعریف کے رو سے نبی کے لئے شریعت کا لانا یا براہِ راست نبوت پانا شرط ہے۔ اور یہ شرط حقیقی طور پر آپ میں نہیں پائی جاتی ہاں چونکہ آپ علوم قرآن کو لائے ہیں اور قرآن کے مطالب عالیہ جن کو مسلمانوں نے مُردہ کی طرح کر دیا تھا اُن کو پھر آپ نے زندہ کیا ہے اور آسمان سے واپس لائے ہیں اس لئے مجازی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ آپ شریعت لائے ہیں مگر وہی شریعت جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے نہ کہ کوئی اور۔ اور وہی قرآن بِلاکم وکاست جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہؤا تھا اور جو مطابق پیشگوئی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم وَلَایَبْقٰی مِنَ الْقُراٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ [۸] صرف لفظوں کا ایک چولہ رہ گیا تھا اور اس کے اندر کا مغز اور اس کی معجزانہ تأثیر جاتے رہے تھے آپ پھر دنیا میں واپس لائے۔ پس شریعت لانے کے ان مجازی معنوں کے رو سے آپ عام مسلمانوں کی تعریفِ نبوت کے مطابق مجازی نبی کہلائے کیونکہ حقیقی کتاب کوئی نہیں لائے صرف مجازی طور پر آپ کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ آپ کتاب لائے یعنی قرآن کریم جو رسم کے طور پر رہ گیا تھا اسے پھر اس کی پاک تاثیرات کیساتھ آپ نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

نیز جیسا کہ میں اوپر ثابت کر چکا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک عرصہ تک مسلمانوں کی عام تعریف کو خود بھی درست تصوّر فرماتے تھے اور اُس وقت تک اس تعریف کے مطابق اپنے آپ کو مجازی نبی ہی تصور فرماتے تھے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کی متواتر وحی نے جو بارش کی طرح نازل ہوئی۔ آپ کو اِس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔[۹] تو آپ خدا تعالیٰ کی اصطلاح، قرآن کی اصطلاح، اسلام کی اصطلاح اور سابق نبیوں کی اصطلاح کے مطابق اپنے آپ کو فِی الْحقیقت نبی سمجھنے لگے لیکن عام مسلمانوں کی اصطلاح کی رو سے پھر بھی اپنے آپ کو مجازی نبی قرار دیتے تھے۔ جیسے کہ ہم بھی اس اصطلاح کی رو سے اب تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مجازی نبی اور استعارۃً نبی کا نام پانے والا قرار دیتے ہیں۔ گو جہاں تک دین کا اور عقیدہ کا تعلق ہے ہمیں اسی اصطلاح سے واسطہ ہے جو خدا تعالیٰ کی، قرآن کریم کی، اسلام کی اور سابق انبیاء کی

ہے اور عوام مسلمانوں کی اصطلاح سے صرف اِسی قدر واسطہ ہے کہ ان کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے ہم اس کا بھی لحاظ رکھ لیتے ہیں۔

دوسرا حوالہ مولوی صاحب نے انجام آتھم سے درج کیا ہے جس کے بعض فقرات یہ ہے۔

> ''اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کُفر نہیں۔ مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے۔''[۸۰]

اس حوالہ سے بھی وہی مطلب نکلتا ہے جو میں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ بلکہ اس میں تو یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کے خوف سے آپ اس لفظ کے عام استعمال کو منع فرماتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس جگہ عام مسلمانوں سے مراد احمدی نہیں بلکہ غیر احمدی ہیں اور ان کو یہ دھوکا نہیں لگ سکتا تھا کہ وہ آپ کو نبی سمجھنے لگ جاتے کیونکہ جو محدث بھی نہیں مانتا وہ نبی کب ماننے لگا۔ انہیں صرف یہ دھوکا لگ سکتا تھا کہ وہ یہ خیال کرنے لگ جاتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مستقل نبوت کے مدعی ہیں جو دوسرے کسی نبی کی اتباع کے بغیر حاصل ہوتی ہے اور قرآن کریم کی شریعت کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ ان کو اس مغالطہ سے بچانے کے لئے یہ ضروری تھا کہ اس حقیقت کا انکار کیا جاتا جو وہ لفظ نبی کے ساتھ مستلزم سمجھتے تھے مگر اس حقیقت کا ہمارے دین اور مذہب سے کیا تعلق؟ ہمارا عقیدہ تو خدا تعالیٰ کی اصطلاح، قرآن کریم کی اصطلاح، اسلام کی اصطلاح، سابق انبیاء کی اصطلاح اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات پر مبنی ہے اور ان کے رو سے نبی کی حقیقت صرف یہ ہے کہ کثرت سے امورِ غیبیہ پر اطلاق پائے اور اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ مکالمہ و مخاطبہ سے مشرّف ہو حتی کہ اس کی وحی میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو اور اس میں شک کرنا کُفر کا مستلزم ہو۔[۸۱]

کیا ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریرات منسوخ ہیں؟

جناب مولوی محمد علی صاحب آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ گویا میرا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریرات دربارہ نبوت منسوخ ہیں اور پھر اس پر فرماتے ہیں کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ایسا کہا ہے کہ میری ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریرات منسوخ ہیں؟

میرا جواب یہ ہے کہ نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی کہا کہ میری ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریرات منسوخ ہیں اور نہ میں نے کبھی کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریرات دربارہ نبوت منسوخ ہیں میں نے جو کچھ کہا ہے فقط یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر دو دَور آئے ہیں۔ ایک وہ دَور جب کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تو آپ کو نبی اور رسول کہا جاتا تھا اور آپ بھی یہ دعویٰ فرماتے تھے کہ مجھے کثرت سے امورِ غیبیہ پر اطلاع دی جاتی ہے لیکن چونکہ عام مسلمانوں میں یہ خیال رائج تھا کہ نبی وہ ہے جو شریعت لائے یا سابق نبی کا متبع نہ ہو آپ اپنے الہامات کی تاویل فرماتے تھے اور سمجھتے تھے کہ نبی کی حقیقت میرے اندر نہیں پائی جاتی۔ اور دوسرا دَور وہ آیا کہ اللہ تعالیٰ کی متواتر وحی نے آپ کی توجہ کو اِس طرف پھرا دیا کہ آپ فِی الواقع نبی ہیں اور نبی کی حقیقی تعریف اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ نہیں کہ وہ شریعتِ جدیدہ لائے یا کسی سابق نبی کا متبع نہ ہو تب آپ نے اس تعریف کے مطابق اپنے آپ کو نبی کہنا شروع کر دیا لیکن مسلمانوں میں رائج معنوں کے رو سے اپنے آپ کو پھر بھی نبی نہیں کہا بلکہ ان معنوں کی رو سے نبوت کے دعویٰ کا انکار کرتے رہے۔ اب اس پر یہ کہنا کہ میں ۱۹۰۱ء سے پہلے کی سب تحریرات دربارہ نبوت کو منسوخ قرار دیتا ہوں مجھ پر ایک افتراء ہے میں تو اِن تحریرات کو سوائے اِس کے کہ بعد میں آپ نے عوام مسلمانوں کی تعریفِ نبوت اور خدا تعالیٰ کی اصطلاح میں فرق بتایا اور سوائے اس کے کہ پہلے آپ سمجھتے تھے کہ آپ حقیقی تعریفِ نبوت کے ماتحت نبی نہیں ہیں اور بعد میں یہ سمجھنے لگے کہ چونکہ وہ حقیقی تعریف نہیں ہے آپ نبی ہیں اور کسی امر کو منسوخ قرار نہیں دیتا بلکہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ اپنے دعویٰ کی جو تشریح آپ نے شروع میں بیان فرمائی وہی آخر تک بیان فرماتے رہے اور اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا آپ ابتداء سے اس امر کے مدعی تھے کہ آپ پر کثرت سے امورِ غیبیہ ظاہر کئے گئے ہیں اور یہی دعویٰ آپ کا آخری بھی تھا اِس میں سرِ مُو فرق نہ آیا۔ پس میرے اس عقیدہ کے ہوتے ہوئے جسے میں نے اپنی کتاب حقیقت النبوۃ میں بھی بیان کر دیا ہے یہ کہنا کہ گویا مَیں دربارہ نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام تحریرات کو منسوخ قرار دیتا ہوں مجھ پر ایک اتہام ہے اور ایسا اتہام لگانے والا یقیناً اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہے۔

میری مندرجہ ذیل تحریرات اس بارہ میں قابلِ غور ہیں:

''خدا تعالیٰ نے کسی پہلے حکم کو بدلا نہیں اور آپ جُزوی نبی سے پورے نبی نہیں بنائے گئے۔''[۸۲]

''پس تریاق القلوب کی تحریر کے بعد آپ کے اجتہاد اور عقیدہ کو بدلا گیا نہ کہ امر واقعہ اور

آپ کے درجہ کو'' [۸۳] یعنی تعریفِ نبوت کے بارہ میں آپ کے اجتہاد کو بدلا گیا نہ یہ کہ جس حقیقت کا اپنے اندر پایا جانا بتاتے تھے اس میں کوئی تبدیلی ہوئی۔

''میں آپ کی خدمت میں عرض کر دیتا ہوں کہ نہ یہ میرا عقیدہ ہے اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسا لکھا ہے کہ آپ کو پہلے اللہ تعالیٰ نے جُزوی نبی قرار دیا بعد میں نبی'' [۸۴]

اِسی سلسلہ میں مولوی محمد علی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ''کیا جناب میاں صاحب نے یا ان کے مریدین نے کبھی یہ غور کیا کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں کو منسوخ کہنے کے کیا معنے ہیں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ ۱۸۹۱ء میں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو یہ کہا تھا کہ آپ محدث ہیں نبی نہیں اور ۱۹۰۱ء میں کہا کہ آپ نبی ہیں محدث نہیں اس لئے ۱۸۹۱ء میں جو کچھ کہا تھا وہ منسوخ ہو گیا مگر محدث ہیں نبی نہیں نبی ہیں محدث نہیں دونوں متضاد باتیں ہیں ان میں سے سچی صرف ایک ہی ہو سکتی ہے۔ [۸۵]

اس الزام کا جواب اوپر گزر چکا ہے نہ میرا یہ عقیدہ ہے اور نہ میں نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۱۸۹۱ء میں یہ کہا کہ آپ محدث ہیں نبی نہیں اور ۱۹۰۱ء میں کہا کہ آپ نبی ہیں محدث نہیں اور نہ یہ استدلال تعریفِ نبوت کے بدلنے کے عقیدہ سے ہو سکتا ہے۔ یہ محض مولوی صاحب کی زبردستی ہے اور چونکہ اب وہ اس عقیدہ سے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے بارہ میں وہ پہلے رکھتے تھے پِھر گئے ہیں اس لئے اب انہیں یہ باتیں سُوجھنے لگی ہیں۔ میں تو بارہا لکھ چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ کو شروع میں فرمایا تھا وہی آخر میں فرمایا جس امر میں تبدیلی ہوئی ہے وہ صرف آپ کا اجتہاد دربارہ تعریفِ نبوت ہے اور بس۔ اگر الہام کے متعلق مولوی صاحب کا دعویٰ سچا ہے تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ الہام پیش کریں جس میں یہ لکھا ہؤا ہے کہ آپ محدث ہیں نبی نہیں مگر وہ کبھی ایسا الہام پیش نہیں کر سکتے۔ وہ جو کچھ پیش کر سکتے ہیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اجتہاد دربارہ نبوت ہے اس سے زیادہ وہ کچھ پیش نہیں کر سکتے۔

مولوی صاحب کا یہ فقرہ تو نہایت مضحکہ خیز ہے کہ آپ نبی ہیں محدث نہیں کیونکہ ہر نبی محدث ہوتا ہے اور بغیر محدث ہونے کے یعنی خدا تعالیٰ سے الہام پانے کے کوئی شخص نبی ہو ہی کیونکر سکتا ہے۔ میں مولوی صاحب کے اِن استدلالات کے مقابل پر مولوی صاحب کو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان ارشادات کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔

''سو یاد رکھنا چاہئے کہ ان معنوں کے رو سے مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں ہے۔ اسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا۔ اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اُس کو پکارا جائے؟ اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہارِ غیب نہیں ہے .... اور نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں ہے یہ صرف موہبت ہے جس کے ذریعہ سے امورِ غیبیہ کُھلتے ہیں پس میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سَو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہو گئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔''[۸۶]

یہ حوالہ خود واضح ہے اور اگر مولوی صاحب غور فرمائیں تو حقیقتِ امر کو پا سکتے ہیں خدا تعالیٰ ان کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے دل سے اس غیظ کو دور فرمائے جو میری نسبت اور مبائعین کی نسبت ان کے دل میں پیدا ہو رہا ہے اور جو ان کو حقیقت پر غور کرنے سے مانع ہے۔ مولوی صاحب غور تو فرمائیں کہ اگر اِس حوالہ میں نبی کی جگہ محدث کا لفظ رکھا جائے تو عبارت یُوں ہوتی ہے۔ ''اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہارِ غیب نہیں ہے .... اور محدث کے لئے شارع ہونا شرط نہیں ہے۔ یہ صرف موہبت ہے جس کے ذریعہ سے امورِ غیبیہ کُھلتے ہیں۔'' اب کونسا معقول آدمی اس عبارت کو صحیح تسلیم کرے گا کہ محدث اسے نہیں کہتے ہیں کہ جس پر امورِ غیبیہ کثرت سے کُھلتے ہیں اور پھر یہ کہ محدث کے لئے شارع ہونا شرط نہیں۔ یہ صرف موہبت ہے جس کے ذریعہ سے امورِ غیبیہ کُھلتے ہیں۔ ایک ہی سانس میں محدث کے نام کے لئے امورِ غیبیہ کی کثرت کا انکار اور کثرت سے امورِ غیبیہ کُھلنے والے کی نسبت یہ کہنا کہ اس صفت کی وجہ سے وہ محدث نہیں کہلا سکتا اور دوسرے فقرہ میں اس پر اصرار کہ محدثیت ایک موہبت ہے جس کے ذریعہ سے امورِ غیبیہ کُھلتے ہیں، کیا معقول ہو سکتا ہے اور کیا آپ اس فقرہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب کرنا پسند کرتے ہیں؟

اور پھر ان الفاظ پر بھی مولوی صاحب غور فرمائیں کہ ''نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں ہے۔'' کیا اس میں نبی کی جگہ محدث کا لفظ رکھا جا سکتا ہے؟ کیونکہ یہ فقرہ اپنے دعویٰ کے متعلق ہے

اور آپ کے نزدیک آپ کا دعویٰ محدثیت کا تھا۔ پس اس فقرہ کو دوسرے الفاظ میں آپ کے عقیدہ کے رو سے یوں بھی لکھا جا سکتا ہے۔''محدث کے لئے شارع ہونا شرط نہیں'' یعنی ضروری نہیں کہ ہر محدث شارع ہو۔ بعض محدث بغیر نبی ہونے کے شارع ہو سکتے ہیں لیکن بعض محدث ایسے بھی ہوتے ہیں جو شارع نہیں ہوتے کیا آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ بعض غیر نبی بھی شارع گزرے ہیں؟ اگر آپ کا یہ عقیدہ نہیں تو اس جگہ نبی کی جگہ پر محدث کا لفظ کس طرح رکھا جائے؟

پھر آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا۔''[۸۷]

اور پھر اس پر اعتراض کیا ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ جھوٹ نہیں لکھا تو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا الزام آتا ہے مگر یہ استدلال بھی آپ کا غلط ہے کیونکہ محدثیت کے دعویٰ کی نسبت آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے اور یہ بالکل سچ ہے کہ جس دعویٰ کو آپ محدثیت قرار دیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہی حکم سے کیا گیا تھا اس میں جھوٹ کا کیا ذکر ہے؟ یہ تو آپ نے نہیں فرمایا کہ محدثیت کی تعریف آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی ہے۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ ہر نبی محدث بھی ہوتا ہے۔[۸۸]

مواہب الرحمٰن کا حوالہ کہ اللہ تعالیٰ اولیاء سے کلام کرتا اور اُن کو نبیوں کا رنگ دیتا ہے

اس کے بعد جناب مولوی صاحب مواہب الرحمٰن کا ایک حوالہ پیش فرماتے ہیں۔ اور اس سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر ۱۹۰۱ء میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ بتایا تھا کہ آپ نبی ہیں محدث نہیں تو پھر ۱۹۰۳ء میں آپ نے کیوں لکھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے اور اُن کو نبیوں کا رنگ دیا جاتا ہے اور وہ درحقیقت نبی نہیں ہوتے۔ پھر بڑے زور سے اعتراض فرماتے ہیں کہ:۔

''میاں صاحب کے سامنے یہ تحریر حضرت صاحب کی بیسیوں دفعہ پیش کی گئی مگر اِس کا جواب وہ کبھی نہیں دیتے اور دیں کس طرح، اس کا جواب کوئی ہے ہی نہیں۔ اسی لئے وہ مباحثہ کے میدان میں نکلنے سے گریز کرتے ہیں۔''[۸۹]

میں پہلے تو ان کے اس دعویٰ کو لیتا ہوں کہ انہوں نے بیسیوں دفعہ اس حوالہ کو پیش کیا ہے مگر میں اس کا جواب نہیں دیتا۔ مجھے افسوس ہے کہ اس اعتراض میں انہوں نے تقویٰ سے کام نہیں لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حقیقۃ النبوۃ میں جہاں میں نے ان کے پیش کردہ ان حوالوں پر بحث کی ہے جو ۱۹۰۱ء کے بعد کے ہیں وہاں سب سے پہلے ان کے اس حوالہ کو لیا ہے اور اس کا جواب دیا ہے۔[90] پس مولوی صاحب کا یہ تو حق ہے کہ کہیں کہ وہ جواب درست نہیں۔ یہ حق نہیں کہ وہ یہ کہیں کہ ان کے اس حوالہ کا میں نے کبھی جواب نہیں دیا۔ انہیں اپنا یہ قول تو بُھلانا نہیں چاہئے کہ:-

''ایمانداری کا تقاضا یہ ہے کہ جو جواب ہو وہ تو ذکر کر دیا جائے پھر اس کے اوپر بے شک لکھیں کہ یہ جواب صحیح نہیں۔''[91]

اصل بات یہ ہے کہ جناب مولوی صاحب نے اس حوالہ کو نقل کرتے ہوئے بھی اسی غلطی کا ارتکاب کیا ہے جس کے وہ عادی ہو چکے ہیں۔ یعنی اُس حصہ کو ترک کر دیا ہے جو ان کے خلاف پڑتا تھا سارا حوالہ یہ ہے۔

'' اِنَّا مُسْلِمُوْنَ نُؤْمِنُ بِکِتَابِ اللّٰهِ الْفُرْقَانِ وَ نُؤْمِنُ بِاَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا نَبِیُّهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَ اَنَّهٗ جَاءَ بِخَیْرِ الْاَدْیَانِ وَ نُؤْمِنُ بِاَنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ اِلَّا الَّذِیْ رُبِّیَ مِنْ فَیْضِهٖ وَ اَظْهَرَهٗ وَعْدُهٗ۔ وَ لِلّٰهِ مُکَالَمَاتٌ وَ مُخَاطَبَاتٌ مَعَ اَوْلِیَائِهٖ فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَ اِنَّهُمْ یُعْطَوْنَ صِبْغَةَ الْاَنْبِیَاءِ وَ لَیْسُوْا نَبِیِّیْنَ فِی الْحَقِیْقَةِ۔''[92]

اس کا ترجمہ یہ ہے۔ ''ہم مسلمان ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے سردار محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے نبی اور رسول ہیں اور آپ سب سے اچھا دین لائے ہیں۔ اور ہم یہ بھی ایمان رکھتے ہیں کہ آپ خاتم النّبیّن ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں سوائے اس کے جو آپ کے فیض سے تربیت یافتہ ہو اور آپ کے وعدہ کے مطابق ظاہر ہؤا ہو۔ نیز اللہ تعالیٰ اِس اُمت کے اولیاء سے مکالمات ومخاطبات فرماتا ہے اور وہ نبیوں کا رنگ دیئے جاتے ہیں لیکن وہ فِی الحقیقت نبی نہیں ہوتے۔''

کیا اس پورے حوالے کے بعد مجھے کسی جواب کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس جگہ امت کے دو قسم کے لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ ایک تو وہ شخص ہے جو آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم سے فیض پا کر نبوت کا مقام پاتا ہے اور جس کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی کہہ کر خبر دی ہے۔ اور ایک وہ جماعت اولیاء ہے جو اوپر کی تعریف میں نہیں آتی۔ اور نبی والی صفت یعنی کثرت امورِ غیبیہ ان میں نہیں پائی جاتی۔ صرف مکالمات ومخاطبات سے مشرف ہوتی ہے اس میں نبیوں کا سا رنگ تو ہوتا ہے مگر وہ حقیقتاً نبی نہیں ہوتی۔ اس حقیقت کا انکار کون کرتا ہے؟ ہمارا تو اس کے ایک ایک لفظ پر ایمان ہے مولوی صاحب ہی ہیں جو صرف حوالہ کے آخری حصہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نقل کرتے وقت وہی حصہ نقل کرتے ہیں پہلا چھوڑ جاتے ہیں۔ ہم سارے حوالہ پر ایمان رکھتے ہیں اور مانتے ہیں کہ اِس اُمت میں ایک وہ بھی ہے جو ایک جِہت سے اُمتی اور ایک جِہت سے نبی ہے۔ اور وہ لوگ بھی ہیں جو صرف محدث ہیں اور نبیوں کا سا رنگ دیئے جاتے ہیں مگر نبی نہیں ہوتے۔ یہ حوالہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں۔

''اِس اُمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزار ہا اولیاء ہوئے ہیں۔ اور ایک وہ بھی ہؤا جو اُمتی بھی ہے اور نبی بھی۔'' [۹۳]

یا اسی طرح فرماتے ہیں:-

''اور خود حدیثیں پڑھتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں اسرائیلی نبیوں کے مشابہ لوگ پیدا ہونگے۔ اور ایک ایسا ہوگا کہ ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے اُمتی، وہی مسیح موعود کہلائے گا۔'' [۹۴]

دیکھو حقیقۃ الوحی کا یہ حوالہ بالکل مواہب الرحمٰن کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے۔ اس میں بھی ایک اُمتی نبی کی خبر دی گئی ہے اور اس میں بھی کہا گیا ہے کہ نبی وہی ہوسکتا ہے جس کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہو۔ اس میں بھی بتایا ہے کہ ایک ایسے شخص کی بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے جو ایک پہلو سے اُمتی اور ایک پہلو سے نبی ہوگا اور وہی مسیح موعود کہلائے گا۔ اور مواہب الرحمٰن میں بھی بتایا ہے کہ ایسے اولیاء بھی اِس اُمت میں ہیں کہ جو نبیوں کے رنگ میں رنگین ہیں لیکن نبی نہیں۔ اور اِس حوالہ میں بھی ہے کہ میرے سِوا اور اولیاء بھی اس اُمت میں ہیں کہ جو بنی اسرائیلی نبیوں کے مشابہ ہیں لیکن نبی کہلانے کے مستحق نہیں۔ اس حوالہ کو پڑھ کر اور مواہب الرحمٰن کے حوالہ کے اس حصہ کو شامل کر کے جسے مولوی صاحب نے بغرضِ سہولت چھوڑ دیا

ہے کون کہہ سکتا ہے کہ اس میں نبی کے آنے کا انکار ہے اس میں تو صریح اقرار ہے۔ باقی مولوی صاحب اس حوالہ کو بیسیوں چھوڑ ہزاروں دفعہ انکار کے ثبوت میں پیش کرتے جائیں تو ان کو روکنے والا کون ہے۔ وہ اپنی اس حرکت کے خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دِہ ہونگے۔

مولوی صاحب کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کی تشریح

اس کے بعد جناب مولوی محمد علی صاحب نے مجھے توجہ دلائی ہے کہ ان کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک الہام کی مَیں غلط تشریح کر رہا ہوں۔ وہ الہام یہ ہے۔ ''آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے۔ آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ۔'' مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ آپ نے یہ تاویل کر کے کہ گویا میں (یعنی جناب مولوی صاحب) صالح تھا اور اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دُور ہو گیا ہوں تاویل باطل کا ایک بے نظیر ثبوت دیا ہے۔ حالانکہ اس کے اصل معنے یہ ہیں کہ میں آپ ہی کا کام آپ کے بعد کر رہا ہوں اس لئے جب میں فوت ہو جاؤں گا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھ سے فرمائیں گے کہ آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے مگر لوگوں نے بدگمانی کی آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ۔

پھر فرماتے ہیں۔

''میاں صاحب تو بال کی کھال اُتارنے میں ماہر ہیں۔'' (کیا یہ اسلامی اخلاق کی مثال ہے جس کی طرف مولوی صاحب نے مضمون کے شروع میں دعوت دی ہے) مگر الہام کے اس لفظ ''بھی'' پر کیوں غور نہیں کرتے اور کون صالح تھا اور نیک ارادہ رکھتا تھا کہ آپ کو یہ کہنا پڑا کہ آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے وہی جو اپنے پاس بٹھاتا ہے۔''[۹۵] مولوی صاحب کا یہ شکوہ درست نہیں۔ ''بھی'' کے لفظ پر خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم نے خوب غور کیا ہؤا ہے اور باوجود اس کے ہم وہ معنے نہیں سمجھ سکتے جو مولوی صاحب کرتے ہیں۔ ''بھی'' بے شک ایک سے زیادہ وجودوں پر دلالت کرتا ہے لیکن اس لفظ کے معنے ایک وجود کے کرنے ضروری نہیں بلکہ سینکڑوں ہزاروں وجود ''بھی'' کے لفظ میں آ سکتے ہیں۔ پس ''بھی'' کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی الہام کے یہی معنے ہیں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ آپ کے بعد کے انشقاق کو دکھائے گا تو آپ بزبانِ حال فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری جماعت میں ہزاروں صالح اور نیک ارادہ رکھنے والے لوگ تھے ان میں سے آپ بھی ایک تھے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جبکہ ان میں سے

بہت سے ہمارے پاس مقبرہ بہشتی میں آ گئے ہیں آپ نے اپنی وصیت جو قادیان میں کرائی تھی منسوخ کرا دی ہے اور میرے اِس حکم سے سرتابی کی ہے کہ اس مقبرہ کو اللہ تعالیٰ نے صالحینِ جماعت کے جمع کرنے کیلئے بنایا ہے تا کہ جس طرح انہیں زندگی میں قُرب اور معیت حاصل تھی مرنے کے بعد بھی قُرب اور معیت حاصل رہے اور ہم سے دور چلے گئے۔ آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ مگر افسوس کہ آپ نے اِس دعوت کو ردّ کر دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس نہ بیٹھے۔

اِس امر کا ثبوت کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کے ہزاروں آدمیوں کو صالح اور نیک ارادہ رکھنے والے قرار دیتے ہیں مندرجہ ذیل حوالوں سے بخوبی ملتا ہے۔آپ فرماتے ہیں:-

''میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ ہماری تھوڑی سے جماعت میں ہزارہا ایسے آدمی موجود ہیں جو متقی اور نیک طبع اور خدا تعالیٰ پر پختہ ایمان رکھتے ہیں اور دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہیں۔''[۹۶]

نیز فرماتے ہیں:-

''میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت اِس قدر روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے ہزارہا بیعت کندوں میں اِس قدر تبدیلی دیکھتا ہوں کہ موسیٰ نبی کے پیرو ان سے جو ان کی زندگی میں ان پر ایمان لائے تھے ہزارہا درجہ اِن کو بہتر خیال کرتا ہوں اور............ ان کے چہروں پر صحابہ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نور پاتا ہوں۔''[۹۷]

پس یہ آپ کی خوش فہمی ہے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ ایک تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام صالح اور نیک ارادہ رکھنے والے شخص تھے اور دوسرے آپ ہیں اور اس کی طرف ''بھی'' کے لفظ میں اشارہ ہے گویا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور ہزاروں دوسرے مقرّبینِ جماعت جو آپ سے پہلے سلسلہ میں داخل ہوئے اور ابتدائی ایام کی تلخیاں انہوں نے دیکھیں وہ تو اِس ''بھی'' میں شامل نہیں ہیں آپ ہی اس ''بھی'' سے حصہ پانے والے ہیں۔

نیز یہ الفاظ کہ ''صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے'' ایسا معیاری مقام نہیں کہ ہم یہ خیال کریں کہ اس سے مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ بلکہ اس سے مراد آپ کی جماعت کے

دوسرے افراد ہیں جو آپ کے پاس بیٹھ گئے نہ کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کس نے چھوڑا؟

اس کے بعد مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب تحریروں کو قبول کرتا ہوں اور آپ صرف ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۸ء تک کی تحریرات کو، اب بتائیں کہ کیا میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چھوڑا یا آپ نے؟ میں اس کا جواب پہلے دے چکا ہوں کہ یہ مجھ پر افتراء ہے کہ میں ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں کو چھوڑتا ہوں اور اس قسم کے افعال کے ارتکاب سے اس کے سِوا اور کوئی امر ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چھوڑ دیا ہے ورنہ اس قسم کی غلط بات پر اصرار آپ کیوں کرتے جاتے؟ جناب مولوی صاحب! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس بارہ میں بھی میں نے نہیں چھوڑا بلکہ آپ نے چھوڑا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو فرماتے ہیں۔

سوال (۱)- تریاق القلوب کے صفحہ ۱۵۷ میں (جو میری کتاب ہے) لکھا ہے۔ ''اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گزرے کہ میں نے اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جُزئی فضیلت ہے کہ جو غیر نبی کو نبی پر ہوسکتی ہے'' پھر ریویو جلد اول نمبر ۶ صفحہ ۲۵۷ میں مذکور ہے۔ ''خدا نے اِس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اُس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔'' پھر ریویو ۵ صفحہ ۴۷۵ میں لکھا ہے۔ ''مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں وہ ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہورہے ہیں وہ ہرگز دِکھلا نہ سکتا۔'' خلاصہ اعتراض یہ کہ ان دونوں عبارتوں میں تناقض ہے۔

الجواب:- یاد رہے کہ اس بات کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے ان باتوں سے نہ کوئی خوشی ہے نہ کچھ غرض کہ میں مسیح موعود کہلاؤں یا مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں بہتر ٹھہراؤں۔ خدا نے میرے ضمیر کی اپنی اِس پاک وحی میں آپ ہی خبر دی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے:- ''قُلْ اُجَرِّدُ نَفْسِیْ مِنْ ضُرُوْبِ الْخِطَابِ۔'' یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا تو یہ حال ہے کہ میں کسی خطاب کو اپنے لئے نہیں چاہتا یعنی میرا مقصد اور میری مراد ان خیالات سے برتر ہے اور کوئی خطاب دینا یہ خدا کا فعل ہے میرا اس میں دخل نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ ایسا کیوں لکھا گیا اور کلام میں یہ تناقض کیوں پیدا ہوگیا۔ سو اس بات کو توجہ کرکے سمجھ لو کہ یہ اسی قسم کا تناقض

ہے کہ جیسے براھین احمدیہ میں مَیں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی۔ مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہؤا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہونگے اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنیوالا تھا تُو ہی ہے اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لئے کھڑے ہو گئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اِس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنیوالا مَیں ہی ہوں ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا۔ اور پھر میں نے اس پر کفایت نہ کر کے اس وحی کو قرآن شریف پر عرض کیا تو آیات قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہؤا کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور آخری خلیفہ مسیح موعود کے نام پر اسی اُمت میں سے آئے گا۔ اور جیسا کہ جب دن چڑھ جاتا ہے تو کوئی تاریکی باقی نہیں رہتی اسی طرح صدہا نشانوں اور آسمانی شہادتوں اور قرآن شریف کی قطعیۃ الدلالت آیات اور نصوصِ صریحہ حدیثیہ نے مجھے اس بات کے لئے مجبور کر دیا کہ میں اپنے تئیں مسیح موعود مان لوں۔ میرے لئے یہ کافی تھا کہ وہ میرے پر خوش ہو مجھے اِس بات کی ہرگز تمنا نہ تھی۔ میں پوشیدگی کے حُجرہ میں تھا اور کوئی مجھے نہیں جانتا تھا اور نہ مجھے یہ خواہش تھی کہ کوئی مجھے شناخت کرے۔ اُس نے گوشۂ تنہائی سے مجھے جبراً نکالا۔ میں نے چاہا کہ میں پوشیدہ رہوں اور پوشیدہ مروں مگر اس نے کہا کہ میں تجھے تمام دنیا میں عزت کے ساتھ شُہرت دوں گا۔ پس یہ اس خدا سے پوچھو کہ ایسا تُو نے کیوں کیا؟ میرا اِس میں کیا قصور ہے۔ اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اُس کو جُزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اُس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے

کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی اور جیسا کہ میں نے نمونہ کے طور پر بعض عبارتیں خدا تعالیٰ کی وحی کی اس رسالہ میں بھی لکھی ہیں ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم کے مقابل پر خدا تعالیٰ میری نسبت کیا فرماتا ہے۔''[۹۸]

اس تحریر کے مطابق میں نے اپنا ایمان کر لیا مگر آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چھوڑ گئے۔ میں نے تو یہ طریق رکھا کہ جدھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رُخ کیا میں نے بھی ادھر کر لیا مگر آپ اس پر مُصِرّ رہے کہ جس طرف پہلے رُخ تھا میں تو اُدھر ہی رکھوں گا۔ جس طرح بعض غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ ہم تو مرزا صاحب کے اصل متبع ہیں انہوں نے براہین احمدیہ میں مسیح کو آسمان پر بتایا تھا ہم اس عقیدہ پر اب تک قائم ہیں۔ مرزا صاحب اب اس عقیدہ کو چھوڑ گئے ہیں تو ہم اب کیا کریں۔

مولوی صاحب! اگر آپ غور فرمائیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس نے چھوڑا جو آپ کی زندگی میں تو عدالت میں قسم کھا کر کہتا تھا کہ مرزا صاحب نبی ہیں اور اب اس کا انکار کر دیا ہے۔ اُس نے چھوڑا جو آپ کی زندگی میں تو آپ کو پیغمبرِ آخرزماں کر کے لکھتا تھا اور آپ کی صداقت کو دوسرے صلحائے اُمت کی زندگی پر پرکھنے کی دعوت دینے والوں پر اظہارِ غضب کرتا تھا مگر اب آپ کو صلحاء کے زُمرہ میں شامل کرتا ہے اور آپ کو نبی کہنے والے کو کافر اور مرتد قرار دیتا ہے۔ **اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔**

پھر میں مولوی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس نے چھوڑا جو آپ کی نسبت لکھتا ہے کہ:-

> ''خود حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ میں اپنے الہامات کو کتاب اللہ اور حدیث پر عرض کرتا ہوں۔ اور کسی الہام کو کتاب اللہ اور حدیث کے مخالف پاؤں تو ''**اسے کھنگار کی طرح پھینک دیتا ہوں**''[۹۹]

یا اس نے جو یہ سمجھتا ہے کہ یہ حوالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بُہتان ہے اور اس پر ایمان لاتا ہے کہ

> حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی ''یقینی ہے اگر میں ایک دم کے لئے بھی اِس میں شک کروں تو کافر ہو جاؤں اور میری آخرت تباہ ہو جائے۔''

نیز یہ کہ وہ کلام جو آپ پر نازل ہؤا۔ ''یقینی اور قطعی ہے اور جیسا کہ آفتاب اور

اُس کی روشنی کو دیکھ کر کوئی شک نہیں کر سکتا کہ یہ آفتاب اور یہ اس کی روشنی ہے ایسا ہی میں اُس کلام میں بھی شک نہیں کر سکتا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا۔ اور یہ کہ ''میں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی کتاب پر۔''[۱۰۰]

میں مولوی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ وہ حوالہ کہاں ہے جو انہوں نے لکھا ہے اور وہ الہامات کون سے ہیں جو حضور علیہ السلام کھنگار کی طرح پھینک دیتے تھے۔ ان میں سے کوئی ایک ہی الہام پیش کر دیں۔

مولوی محمد علی صاحب کی تفسیر نویسی

آخر میں جناب مولوی صاحب اپنی تفسیر نویسی کو پیش کر کے فرماتے ہیں کہ چونکہ میں نے انگریزی میں تفسیر لکھی ہے اس لئے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کام کرنیوالا اور آپ کی شاخ ہوں۔ مگر یہ یاد نہیں رہا کہ پہلی تفسیر ڈاکٹر عبدالحکیم مرتد نے لکھی تھی۔ پھر وہ کیوں آپ کی شاخ نہ کہلا سکا؟ آپ کو یاد رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں اس تفسیر کا ذکر کیا ہے اس سے پہلے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے **هُوَالَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ**[۱۰۱] کی آیت میں اس زمانہ کی خبر دے رکھی تھی اور وہ شخص میں ہوں جو اس خبر کے مطابق ظاہر ہؤا ہوں۔ اور پھر فرماتے ہیں ان علوم اور برکات کو ایشیا اور یورپ کے مُلکوں میں پھیلاؤں جو خدا تعالیٰ کی پاک روح نے مجھے دی ہیں۔[۱۰۲]

پس جس تفسیر کا آپ نے ارادہ کیا تھا وہ تو وہ تھی جس میں ان تازہ نشانات کا بھی ذکر ہو جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ظاہر کئے تھے۔ مگر آپ نے تو اپنی تفسیر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق پیشگوئیوں کو جو آپ نے اپنے بارہ میں تحریر فرمائی ہیں کہیں درج نہیں کیا اور نہ ان تازہ نشانات کو پیش کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے ظاہر فرمائے ہیں۔ پھر آپ کی تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تفسیر یا آپ کی شاخ کی تفسیر کس طرح کہلا سکتی ہے؟ ایسی بیسیوں آیات ہیں جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے پر چسپاں فرمایا ہے لیکن آپ نے اپنی تفسیر میں انکا ذکر تک نہیں کیا۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ذُوالقرنین کے ذکر کو ایک پیشگوئی قرار دیا ہے اور اپنے پر چسپاں فرمایا ہے کیا آپ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے؟ نیز مثلاً آیات **اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا۔ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا۔ يَوْمَئِذٍ**

تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بِاَنَّ رَبَّکَ اَوْحٰی لَهَا [۱۰۳] کو حضور علیہ السلام نے اپنے متعلق ظاہر فرمایا ہے اور اَوْحٰی لَهَا میں اپنی وحی کا ذکر بیان فرمایا ہے مگر کیا آپ نے بھی اس کا ذکر فرمایا ہے؟ پھر جب آپ نے اپنی تفسیر کو کثرت سے فروخت کرنے کی خواہش کے ماتحت اِس قدر بُخل حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فرمایا ہے تو آپ کی تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تفسیر کس طرح کہلا سکتی ہے؟ وہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تفسیر کے خلاف ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ آپ نے کئی جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تفسیر پر ہنسی اُڑائی ہے اور اس کی متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ ایک مثال ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ آیت فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ کے معنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو یہ فرماتے ہیں کہ:

''نبی کا رسول ہونا شرط ہے کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیبِ مصفّٰی کی خبر اُس کو مل نہیں سکتی اور یہ آیت روکتی ہے لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ''

اسی طرح فرماتے ہیں۔

''لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں پر علومِ غیب کا دروازہ بند کرتا ہے۔ جیسا کہ آیت لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ سے ظاہر ہے پس مصفّٰی غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ہوا۔''

مگر آپ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''اور آگے اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ میں اِلَّا استثنائے منقطع ہے یعنی رسولوں کو جس قدر علم چاہتا ہے دیتا ہے سارا اُنہیں بھی نہیں دیتا لٰکِنِ الرَّسُوْلَ ارْتَضٰی یُظْهِرُهٗ جَلَّ وَ عَلَا عَلٰی بَعْضِ الْغُیُوْبِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِرِسَالَتِهٖ بلحاظ سیاق سوائے اس معنے کے اور کوئی معنے درست نہیں۔ [۱۰۴]

دیکھا آپ نے کس صفائی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معنوں کو باطل کر دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو فرماتے ہیں اِلَّا کے بعد کے حصہ کے یہ معنے ہیں کہ یہ فعل صرف رسولوں سے کرتا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ یہ معنے درست نہیں بلکہ اِلَّا منقطع ہے اور آیت کے پہلے ٹکڑے کے یہ معنے نہیں کہ رسولوں کو غیب پر غلبہ دیتا ہے بلکہ یہ معنے ہیں کہ کسی کو بھی اپنے غیب پر غلبہ نہیں بخشتا خواہ رسول ہو یا غیر رسول۔ اور اِلَّا کے بعد کے فقرہ کے یہ معنے ہیں کہ ہاں رسولوں

کو کسی قدر غیب کی خبریں دیتا ہے گو آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کئے ہوئے معنوں سے کُلّی طور پر اختلاف کرتے ہیں اور اس پر بس نہیں بلکہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معنوں کے خلاف معنے کرنے کے بعد بھی یہ تحریر فرماتے ہیں کہ سیاق کو مدنظر رکھتے ہوئے اور کوئی معنے آیت کے درست نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بعد میں آپ کے دل میں کچھ خشیت پیدا ہوئی اور احمدیہ جماعت کے اعتراض کا ڈر بھی پیدا ہوا اور آخر میں لکھ دیا کہ ’’اگر اِظْھَار عَلَی الْغَیْب سے کثرتِ انکشاف مراد لے لیا جائے تو لفظ رسول میں رسول کے کامل متبعین بھی داخل ہو سکتے ہیں جن کو باتباعِ رسول اس نعمت سے کچھ حصہ ملتا ہے مگر نہ اس قدر جیسا کہ متبوع کو۔ اس صورت میں بھی یہ آیت تو صرف رسولوں کے متعلق ہوگی لیکن ضمنی طور پر اس میں رسولوں کے کامل متبعین بھی داخل ہو جائیں گے۔‘‘[۱۰۵]

مگر آپ یہ بُھول گئے کہ اول تو یہ توجیہہ باطل ہے کیونکہ جو معنے درست ہی نہیں وہ آیت میں سے نکل کیونکر آئیں گے۔ دوسرے یہ کہ اِس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مخصوص ذکر نہیں بلکہ سب رسولوں کا ذکر ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:-

> ’’اور خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اُس کی طرف سے ہوں اِس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے۔ ....لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے۔‘‘

اسی طرح فرماتے ہیں:-

> ’’اِس جگہ اکثر گزشتہ نبیوں کی نسبت بہت زیادہ معجزات اور پیشگوئیاں موجود ہیں بلکہ بعض گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور پیشگوئیوں کو ان معجزات اور پیشگوئیوں سے کچھ نسبت ہی نہیں۔‘‘[۱۰۶]

اب مولوی صاحب فرمائیں کہ ان حوالہ جات کی موجودگی میں ہم ان کے اس گریز کی کیا حقیقت سمجھیں جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معنوں کو قطعی طور پر غلط قرار دینے کے بعد کی ہے۔ کیا اِس تفسیر کو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شاخ کی تفسیر اور آپ کا کام کہہ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

مولوی محمد علی صاحب کی طعنہ زنی

آخر میں مولوی صاحب نے طعنہ دیا ہے کہ تحریک جدید بھی ہوئی، لاکھوں روپیہ بھی آیا، جائدادیں بھی بن گئیں، خلافت جوبلی کا تین لاکھ روپیہ بھی ہاتھ آیا، مولوی شیر علی صاحب ترجمہ لے کر ولایت سے بھی ہو آئے مگر ترجمہ نہ چھپ سکا۔ مجھے اِس منطق پر تعجب ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ترجمہ کی نسبت خواہش کا اظہار ازالہ اوہام میں کیا ہے۔ اس کے بعد آپ اُنیس سال زندہ رہے اور آپ کے قول کے مطابق اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے لاکھوں روپیہ بھی بھجوایا پھر بھی ترجمہ شائع نہ ہوا جو وہاں جواب ہے وہی یہاں سمجھ لیجئے۔ بات تو صاف ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرح مَیں بھی انگریزی نہیں جانتا۔ یوں کہو کہ نہ ہونے کے برابر جانتا ہوں۔ آخر کسی دوسرے نے یہ کام کرنا تھا۔ مولوی شیر علی صاحب کی صحت اچھی نہیں تھی وہ زیادہ کام نہیں کر سکتے اس لئے آہستہ آہستہ انہوں نے کام کیا۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے کام تیار ہے مگر بعد کا کام ہو یا پہلے کا دیکھا یہ جائے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ازالہ اوہام میں جِن خصوصیات کا ذکر کیا ہے وہ کس کے ترجمہ اور تفسیر میں ہیں۔ ایک بات تو ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اردو میں پہلے تفسیر ہو، پھر اس کا ترجمہ ہو یہ امر ان کے ترجمہ میں ہے آپ کے ترجمہ میں نہیں۔ کیونکہ انہوں نے میرے نوٹوں سے انتخاب کیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مضامین سے اخذ کیا ہے اور علی ان کے نام میں بھی ہے۔ اگر علی کی تفسیر کی خواب کو مروڑ کر آپ اپنے اوپر چسپاں کریں تو وہاں بھی وہ چسپاں ہوتی ہے۔ مگر یاد رہے کہ آپ کی تفسیر پر تو وہ رؤیا صادق آتی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ کوئی چھین کر ہماری تفسیر لے گیا ہے کیونکہ آپ نے اس تفسیر کو جس کے لئے آپ کو تنخواہ ملتی تھی چھین کر لے گئے تھے اور پھر اسے ذاتی ملکیت قرار دیکر اس پر کمیشن لیتے رہے اور لیتے ہیں۔

باقی رہا جائدادیں بننے کا سوال۔ سو اگر سلسلہ کی جائداد مراد ہے تو سب سے پہلے آپ نے جائداد بنائی۔ سکول بنایا، بورڈنگ بنایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مہمان خانہ بنوایا۔ اگر آمد والی جائداد ہو تو آپ کی انجمن نے پہلے مربعہ جات حاصل کئے۔ اگر ذاتی جائداد کا طعنہ ہے تو پہلے آپ نے ڈلہوزی میں کوٹھی بنائی، پھر لاہور میں کوٹھی بنوائی۔ اب رہا یہ کہ جب آپ کی جائداد کے بعد مَیں نے بھی کچھ جائداد بنائی تو وہ آپ کی جائداد سے زیادہ ہے تو اس میں میرا قصور نہیں اگر خدا تعالیٰ میرے مال میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس دعا کے مطابق کہ ''دے اِس کو عمر و دولت'' برکت

دینا چاہے تو اِس پر کسی کو کیا اختیار ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میری جائداد کسی ایسی کتاب کی آمد سے نہیں بنی جو سلسلہ کے روپیہ سے تیار ہوئی ہو۔ وَ ذَالِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَاءُ۔

ہم خدا کے لئے جنگ کرتے ہیں آخر میں مولوی صاحب فرماتے ہیں:-

''اب آپ خدا کے ساتھ جنگ نہ کریں۔''[۱۰۷]

میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہم خدا کیساتھ جنگ نہیں کرتے بلکہ خدا تعالیٰ کے لئے جنگ کرتے ہیں۔ باقی رہا مولوی صاحب کا اپنی نسبت یہ شعر نقل کرنا کہ ؎

اے آنکہ سوئے من بدویدی بہ صد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخِ مثمرم

سو اِس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ اشعار نقل کرتا ہوں کہ ؎

میری اولاد سب تیری عطا ہے　　ہر اک تیری بشارت سے ہؤا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسلِ سیدہ ہیں　　یہی ہیں پنجتن جن پر بناء ہے
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

سو جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمانے کے مطابق اشاعتِ اسلام کی بناء ہے وہی آپ کی شاخِ مثمر ہے۔ خواہ آپ لاکھ زور ماریں۔ آپ وہ شاخ مثمر بن نہیں سکتے اور اللہ تعالیٰ کا فضل اِس کی شہادت دے رہا ہے۔

مولوی صاحب کی تمام باتوں کا جواب دینے کے بعد اب میں چند آسان طریق فیصلے کے پیش کرتا ہوں۔ اگر مولوی صاحب ان کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیں تو میں امید کرتا ہوں کہ جھگڑا بہت کچھ دور ہو جائے گا۔

فیصلہ کا پہلا طریق پہلا طریق فیصلہ کا میرے نزدیک یہ ہے کہ نبوت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود ہی غلطیوں کا ازالہ فرما دیا ہے۔ یعنی ''ایک غلطی کا ازالہ'' لکھ کر ان غلطیوں کو دور فرمایا ہے جو اس بارہ میں اپنوں بیگانوں کو لگ رہی تھیں۔ میں تجویز کرتا ہوں کہ آئندہ دونوں فریق نبوت کے متعلق بحث مباحثہ کو بالکل بند کر دیں اور صرف یہ کیا جائے کہ میری طرف سے اور آپ کی طرف سے دو چار سطر میں یہ مضمون لکھ کر کہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے متعلق ہمارا مذہب وہی ہے جو اس اشتہار میں درج ہے۔ تمام لوگ اسی کو ہمارا مذہب تصور فرمائیں اور اس کے خلاف اگر ہماری کوئی تحریر ہو تو اسے غلط سمجھیں۔ اور ہم دونوں کی اس تحریر کے بعد ''ایک غلطی کا ازالہ'' اشتہار بغیر کسی حاشیہ کے شائع کر دیا جائے اور ہر سال کم سے کم پچاس ہزار کاپی اِس اشتہار کی ملک میں تقسیم کر دی جائے۔ ۲/۳ خرچ اِس کا ہم دیں گے اور ۱/۳ اِس کا خرچ مولوی صاحب اور ان کے رفقاء دیں۔ اس کے بعد دونوں فریق کے لئے جائز نہ ہوگا کہ اپنی طرف سے کوئی اور مضمون اپنے اخباروں یا رسالوں یا ٹریکٹوں میں لکھیں بلکہ جو اس امر کے متعلق سوال کرے اسے اس اشتہار کی ایک کاپی دیدی جائے کیونکہ اس میں خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غلطیوں کا ازالہ کر دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر پانچ سال تک بھی دونوں فریق اس کے کاربند رہیں تو نزاع بہت کچھ کم ہو جائے گا اور شاید اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ مزید صلح کے راستے کھول دے۔

فیصلہ کا دوسرا طریق

دوسرا طریق فیصلہ کا میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ کی اصطلاح میں (چشمۂ معرفت) قرآن کریم کی اصطلاح میں (ایک غلطی کا ازالہ)، اسلام کی اصطلاح میں (لیکچر سیالکوٹ، نیز الحکم ۶؍فروری ۱۹۰۸ء)، سابق انبیاء کی اصطلاح میں (الوصیت صفحہ۱۲) اور خدا تعالیٰ کے حکم سے میرے نزدیک (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸) اور لغت کی اصطلاح میں (مکتوب مندرجہ اخبار عام ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء) نبی اسے کہتے ہیں جس پر کثرت سے امورِ غیبیہ ظاہر کئے جائیں اور اس کو شرف مکالمہ و مخاطبہ حاصل ہو۔ اور یہ کہ ان معنوں کے رو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی ہیں اور کسی معنوں میں نہیں۔ پس ایک اشتہار ہم دونوں کے دستخط سے ملک میں شائع کر دیا جائے کہ ہم دونوں فریق اس امر کا اعلان کرتے ہیں کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صرف خدا تعالیٰ کی اصطلاح کے مطابق، قرآن کریم کی اصطلاح کے مطابق، اسلام کی اصطلاح کے مطابق، سابق انبیاء کی اصطلاح کے مطابق، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے جو حکم دیا تھا اُس کے مطابق اور عربی اور عبرانی لُغتوں کے مطابق نبی سمجھتے ہیں۔ اس کے سِوا کسی اور تعریف کے مطابق نبی نہیں سمجھتے بلکہ دوسری اصطلاحوں کے مطابق ہم صرف استعارۃً آپ کے لئے نبی کے لفظ کا استعمال جائز سمجھتے ہیں حقیقی طور پر نہیں۔

فیصلہ کا تیسرا طریق

اگر الحکم کے حوالہ (۲۷؍ اگست ۱۸۹۹ء) کی وجہ سے باوجود لیکچر سیالکوٹ کے حوالہ کے اور الحکم کی ڈائری (۶؍مئی ۱۹۰۸ء) کے آپ کو ایسی تحریر پر دستخط کرنے پر اعتراض ہو تو میری تیسری تجویز یہ ہے کہ آپ ایک اشتہار اس مضمون کا دے دیں کہ میں صرف خدا تعالیٰ کی اصطلاح کے مطابق، قرآن کریم کی اصطلاح کے مطابق، سابق انبیاء کی اصطلاح کے مطابق اور اس حکم کے مطابق جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی سمجھتا ہوں باقی اسلام کی اصطلاح کے رو سے میں آپ کو حقیقی نبی نہیں سمجھتا۔ اس اصطلاح کے رو سے آپ کو صرف مجازی نبی یقین کرتا ہوں۔ میں امید کرتا ہوں کہ اگر آپ ایسا اشتہار دیں گے تو اس سے بھی دنیا کو بہت کچھ اس مسئلہ کے سمجھنے میں سہولت ہو جائے گی۔

فیصلہ کا چوتھا طریق

فیصلہ کا چوتھا طریق یہ ہے کہ آپ ایک اشتہار اس مضمون کا دے دیں کہ جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ خدا تعالیٰ کی اصطلاح میں قرآن کریم کی اصطلاح میں، اسلام کی اصطلاح میں، سابق انبیاء کی اصطلاح میں اور نبی کے لفظ کے متعلق خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو حکم دیا تھا اس کے مطابق جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ نبی کی یہ تعریف ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے کثرت سے امورِ غیبیہ پر اطلاع پاتا ہے وہ نبی ہے تو وہ غلطی خوردہ ہے اور اسلام کی تعلیم کے خلاف کہتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان طریقوں میں سے آپ کسی طریق کو بھی اختیار کر لیں۔ فیصلہ تک پہنچنا آسان ہوگا۔ **وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ۔**

مولوی صاحب کا نیا جواب

میں یہ مضمون قریباً ختم کر چکا تھا کہ جناب مولوی محمد علی صاحب کا ایک نیا مضمون مجھے ملا۔ جو پیغام صلح ۸؍اگست ۱۹۴۱ء میں شائع ہوا ہے۔ اس میں مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ انہوں نے میری وہ تجویز جو ان کی اور میری اُن تحریرات کو جو نبوت کے متعلق زمانہ مسیح موعود علیہ السلام کی ہیں اکٹھا شائع کرنے اور ان کی تصدیق کرنے کے متعلق تھی قبول کر لیا ہوا ہے اور فرماتے ہیں:-

> ''میں نے ان کی اس تجویز کو مان لیا تھا کہ میرے عقائد جو حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں تھے اور ان کے عقائد پر جو حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں تھے بحث ہو جائے مگر اس شرط کے ساتھ کہ حضرت مسیح موعود کے اپنے عقائد پر اس کے ساتھ ہی اسی طرح بحث ہو جائے مجھے یہ سمجھ نہیں آتی

کہ جناب میاں صاحب اسے نہ ماننا کیوں کہتے ہیں۔''[۱۰۸]

اس جگہ مولوی صاحب نے اسی مغالطہ سے کام لیا ہے جس سے وہ ہمیشہ کام لیتے ہیں وہ میرے وہ الفاظ پیش کریں جن میں یہ لکھا ہو کہ مولوی صاحب کے زمانہ مسیح موعود علیہ السلام کے عقائد در بارہ نبوت اور اسی زمانہ کے میرے عقائد پر بحث ہو جائے اگر وہ میری یہ تجویز پیش نہ کر سکیں اور ہرگز پیش نہ کر سکیں گے تو وہ خدا تعالیٰ سے ڈریں کہ وہ جان بوجھ کر ایک غلط بات میری طرف منسوب کرتے ہیں۔ ان کے الفاظ ''مگر اس شرط کے ساتھ'' بتاتے ہیں کہ سوائے اس حصہ کے جس سے پہلے شرط کا لفظ ہے میری تجویز انہوں نے بعینہٖ مان لی ہے۔ مگر یہ درست نہیں۔ میں نے تو صرف اس قدر کہا تھا کہ ان کے اس زمانہ کے عقائد اور میرے عقائد اکٹھے شائع کر دیئے جائیں اور اس کے ساتھ دونوں کی طرف سے صرف یہ لکھ دیا جائے کہ ہم اب بھی ان عقائد پر قائم ہیں۔ بحث کا ذکر میری تجویز میں نہیں بحث لوگ خود کر لیں گے اور آپ ہی ان تحریرات سے نتیجہ نکال لیں گے بحث کا سلسلہ تو لامتناہی ہے پھر اس بحث کے مطالب پر دوسری اور پھر تیسری بحث کی ضرورت ہوگی۔ اگر مولوی صاحب کے وہ عقائد صحیح ہیں اور وہ ان پر اب بھی قائم ہیں تو ان کو شائع کر کے ان کی تصدیق سے وہ کیوں گھبراتے ہیں؟ آخر دونوں پر یکساں ذمہ داری ہے۔

پھر مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میرے عقائد پر بحث بے سود ہے کیونکہ میرے عقائد تو خود میری جماعت پر حُجّت نہیں۔ مولوی صاحب کو یہاں غلطی لگی ہے۔ ان کے عقائد بے شک غیر مبائعین پر حُجّت نہیں مگر یہاں تو ان عقائد کے اظہار کا سوال ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں شائع ہوئے اور ایسے رسالہ میں شائع ہوئے جس کا مطالعہ حضور علیہ السلام فرماتے تھے اور اس میں خود مضمون لکھتے تھے پس یہ سوال نہیں کہ وہ مولوی صاحب کے عقائد تھے بلکہ سوال یہ ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ان کے اکابر صحابہ کی نظر سے گزرے اور انہوں نے ان کی تردید نہیں کی اور اس سے یہ اہم مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ عقائد مولوی صاحب نے بدلے ہیں یا ہم نے بدلے ہیں۔

پھر مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ کیوں میں اور میری جماعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تشریح کو قبول کرنے کو تیار نہیں۔ یہ مولوی صاحب کی خوش فہمی ہے جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تشریح سے مولوی صاحب کو انکار ہے ہمیں انکار نہیں۔ باقی رہا یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ نبی کے لفظ کو کاٹا ہوا تصور فرمائیں اور اس کی جگہ محدث

کا لفظ لکھ دیں، اس بارہ میں بھی ایک حوالہ اوپر درج کر آیا ہوں وہاں لفظ نبی کو کاٹ کر محدث رکھ کر مولوی صاحب دکھا دیں باقی جب خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقۃ الوحی میں تحریر فرما چکے ہیں کہ اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا مگر خدا تعالیٰ کی وحی میں بار بار نبی کے لفظ کے استعمال نے مجھے اس پر قائم نہ رہنے دیا تو اب ہم مولوی صاحب کی تشریح کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تشریح کیونکر کہہ سکتے ہیں اس صورت میں تو غیر احمدیوں کا یہ مطالبہ بھی درست ہوگا کہ براہین احمدیہ کے مطابق مسیحؑ کو آسمان پر زندہ مانو۔

اس کے بعد مولوی صاحب نے میرے اس مطالبہ کو کہ میں ان کے مضمون کو الفضل میں شائع کر دیتا ہوں بشرطیکہ وہ میرا جواب الجواب بھی حسبِ قاعدہ مروّجہ اپنے اخبارات میں شائع کر دیں یوں تسلیم کیا ہے کہ تین کی جگہ سات پرچے ہوں اور میرا آخری جواب ان کے مضمون سے ایک تہائی سے زائد نہ ہو اور اس میں کوئی نئی بات نہ آئے۔ مجھے ان کی یہ شرط تو منظور ہے کہ ان کے آخری پرچہ میں جو بات بیان ہوئی ہو اُس کے جواب کے علاوہ مَیں کوئی بات نئی نہ لکھوں یہ معقول بات ہے لیکن یہ کہ میرا آخری جواب ان کے مضمون کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو معقول نہیں۔ میرا جواب ان کے جواب پر منحصر ہوگا اگر اس کا لمبا جواب ضروری ہوگا تو میں لمبا جواب دوں گا اگر مختصر جواب کافی ہوگا تو میں مختصر جواب دوں گا اس حد بندی کو میں قبول نہیں کر سکتا ہاں تین تین پرچوں کی شرط مجھے منظور ہے یعنی میرے خطبہ کے بعد تین تین پرچے ہوں تین پرچے ان کے اور تین پرچے میرے اور میرا آخری پرچہ ہو اور پھر یہ سب یعنی میرا خطبہ اور تین تین پرچے فریقین کے اکٹھے شائع ہو جائیں۔

میں نے جناب مولوی صاحب کے اس اعتراض پر کہ گویا مَیں جماعت کو ان کے خیالات سننے سے روکتا ہوں اپنے خطبہ میں یہ بھی کہا تھا کہ میں اس کے لئے بھی تیار ہوں کہ اگر مولوی صاحب قادیان آ جائیں تو جماعت کے سامنے ان کے تین لیکچر کرا دوں۔ جناب مولوی صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ انہیں یہ منظور ہے مگر اس کے لئے بہترین موقع جلسہ سالانہ کا ہوگا یہ تو وہی مثل ہوئی کہ ''اُنگلی دیتے ہی پہنچا پکڑا۔'' جلسہ سالانہ کے موقع پر ہماری جماعت لاکھ ڈیڑھ لاکھ کرایہ خرچ کر کے اس لئے جمع ہوتی ہے کہ وہ میرے اور دوسرے علمائے سلسلہ کے خیالات سُنے اور ہمارا اُس وقت ان کی مہمانی پر پچیس تیس ہزار روپیہ خرچ ہوتا ہے کیا دوسرے کے خیالات کے سننے کی اجازت دینے میں یہ اخراجات بھی شامل ہوتے ہیں کہ میں اپنے جلسہ کو اور لاکھوں کے

خرچ کو مولوی صاحب کی خاطر برداشت کروں؟ ہاں میں یہ کرسکتا ہوں کہ اگر جلسہ کے موقع پر ہی مولوی صاحب کو اپنے خیالات سنانے کا شوق ہو تو جلسہ کے دو دن اَور بڑھا دوں مگر اِس شرط پر کہ اُن دنوں کی مہمان نوازی کا خرچ مولوی صاحب برداشت کریں جو اُن دنوں کے لحاظ سے اوسطاً تین ہزار روپیہ روزانہ ہوگا۔ پس مولوی صاحب چھ ہزار روپیہ اِس غرض سے ادا کر دیں تو میں جلسہ کے دنوں کے بعد دو دن ان کے لیکچروں کے لئے مقرر کر دوں گا۔ اور اعلان کر دوں گا کہ جو دوست جانے پر مجبور نہ ہوں دو دن اَور ٹھہر جائیں اور مولوی صاحب کے خیالات سنتے جائیں۔ اگر یہ نہیں تو میں یہ ہزاروں کا خرچ ان کے لئے برداشت کرنے پر تیار نہیں اور نہ جماعت جو لاکھ ڈیڑھ لاکھ خرچ کر کے قادیان آتی ہے اسے اس کی خواہش سے محروم کرسکتا ہوں ہاں میری دعوت جو قادیان میں لیکچر کے متعلق ہے جس میں مجھے کوئی خاص خرچ کرنا نہیں پڑتا۔ وہ موجود ہے اگر مولوی صاحب کو وہ منظور ہو تو بڑی خوشی سے تشریف لے آئیں۔ وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

(الفضل ۱۴؍ اگست ۱۹۴۱ء)

مولوی محمد علی صاحب کی تازہ چِٹھی کا جواب

اگر وہ جماعت احمدیہ قادیان کو قابلِ خطاب نہیں سمجھتے تو میں مولوی صاحب کو قابلِ خطاب نہیں سمجھتا

مولوی محمد علی صاحب کی ایک دستخطی چِٹھی میرے پاس پہنچی ہے۔ میں مولوی صاحب کے رفقاء کی تحریروں کے بعد جن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاویہ کہا گیا اور مجھے یزید قرار دیا گیا ہے اور مولوی صاحب نے توجہ دلانے پر اپنے ساتھیوں کو نصیحت نہیں کی بلکہ اُلٹی اُن کی طرفداری کی ہے، اسی طرح بوجہ اس کے کہ مولوی صاحب نے قریب کے ایام میں ہی

قادیان کی جماعت کو منافق قرار دیا ہے چونکہ ان کو مخاطب کر کے جواب دینا پسند نہیں کرتا اس لئے اخبار میں اُن کی اِس چِٹّھی کا جواب دیتا ہوں۔

مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے یہ فرض کر کے اپنے خطبہ میں ان کی کُھلی چِٹّھی کا جواب دینا شروع کر دیا کہ میں (مولوی محمد علی صاحب) کہہ رہا ہوں کہ آپ کے جلسہ پر دو ہزار آدمی اپنے ساتھ لاؤں گا اور آپ ان کی مہمانی کا انتظام کریں حالانکہ میں نے آج تک کبھی یہ نہیں لکھا کہ میرے ساتھ دو ہزار، یا دوسَو، یا دو آدمیوں کی مہمانی کا آپ انتظام کریں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ مولوی صاحب نے دو ہزار آدمی ساتھ لانے کو لکھا ہے۔ میں نے تو مثال دی تھی کہ مولوی صاحب کا یہ مطالبہ کہ جلسہ سالانہ پر جو ۲۰، ۲۵ ہزار آدمی آتے ہیں اُن کی اِس غرض کو ضائع کر کے جس کے لئے وہ قادیان میں آتے ہیں مولوی صاحب کے لیکچروں کا انتظام کیا جائے اور اس طرح وہ خرچ جو جماعت اپنے کام کے لئے کرتی ہے مولوی صاحب کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے کرے۔ یہ بات تو ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص خود ہی کارڈ چھپوا کر دو ہزار لوگوں کو بھیج دے کہ فلاں شخص کے ہاں میرا ایٹ ہوم (AT HOME) ہے تم بھی اس میں شریک ہو۔ یا کسی کے ہاں شادی ہو لوگ جمع ہوں اور مولوی صاحب بہت سے لوگوں کو ساتھ لے کر وہاں پہنچ جائیں اور کہیں کہ میں نے اسلام کے متعلق تقریر سنانی ہے تم اپنی تقریب کو چھوڑ دو اور میری تقریر سنو۔

اُوپر کے فقرات سے ظاہر ہے کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ مولوی صاحب اپنے دو ہزار ساتھیوں کو لے آئیں گے۔ مثال بالکل واضح ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی غرض کے لئے دوسرے سے خرچ کا مطالبہ کرنا درست نہیں اگر ہم اپنے سالانہ جلسہ کا وقت مولوی صاحب کی تقریروں کے لئے لگا دیں تو جتنا وقت ان کو دیں گے اُتنا وقت جلسہ کے وقت میں بڑھانا پڑے گا اور اس سے ہم پر خرچ کا بار پڑے گا اور اس قسم کے خرچ کرنے کا مطالبہ میرے نزدیک اسلامی تعلیم کے مخالف ہے مطابق نہیں ہے۔ اور جو کچھ میں نے کہا تھا اس کا موجب مولوی محمد علی صاحب کی چِٹّھی کا یہ فقرہ تھا کہ قادیان میں جا کر ہم آپ کے مہمان ہوں گے اور آپ اور آپ کی جماعت کی حیثیت میزبان کی ہوگی اور میزبان کا یہ مطالبہ کہ مہمان اپنا ہی نہیں میزبان کا خرچ بھی ادا کرے مہمان نوازی کے اسلامی خُلق کی بالکل ضِدّ ہے۔''

اگر باوجود اِس فقرہ کے اور باوجود میری مثال کی وضاحت کے مولوی محمد علی صاحب کی

سمجھ میں یہ بات نہیں آئی اور وہ اب بھی یہی خیال کرتے ہیں کہ ہمارے جلسہ سالانہ کو اپنی اغراض کے لئے استعمال کرنے کا ان کا مطالبہ بالکل جائز اور معقول ہے تو سوائے اِس کے کہ میں اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّـآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ [109] کہوں اور کیا کہہ سکتا ہوں۔

مولوی صاحب نے اپنے خط میں اس بات پر بڑے غصہ کا اظہار کیا ہے کہ میں نے بے حیا، بے شرم اور ڈھیٹ کے الفاظ سے ان کو یاد کیا ہے لیکن ان کو یہ بُھول گیا ہے کہ پہلے انہوں نے میرے جواب کو اسلامی تعلیم کی ضِدّ کہا ہے اور اسلامی تعلیم کی ضِدّ کُفر ہوتا ہے۔ یقیناً اس کلام کے جواب میں اگر مولوی صاحب کے اس مطالبہ کی نسبت کہ ان کی خاطر جماعت احمدیہ ہزاروں کا خرچ برداشت کرے یہ کہا جائے کہ مہمان اگر میزبان سے یہ مطالبہ کرے کہ اس کے آنے پر ہزاروں کا خرچ برداشت کیا جائے تو یہ بے شرمی ہے ہرگز بے جا نہیں۔ کسی شخص سے بے شرمی کا ارتکاب اسلام کی ضِدّ فعل کے ارتکاب سے تو اچھا ہی ہوتا ہے۔ اگر مولوی صاحب کا کچھ اور خیال ہے تو یہ اپنی اپنی سمجھ ہے۔ نیز جس شخص کے ساتھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو معاویہ کہیں، جماعت احمدیہ کے موجودہ امام کو یزید کہیں اور وہ ان کی تائید کرے اور جو شخص قادیان کے آٹھ ہزار احمدیوں کو ایمان فروش قرار دے اُس کے منہ سے ان الفاظ کے استعمال پر اعتراض جو اس کے لئے براہِ راست نہیں بلکہ مثالی طور پر کئے گئے ہیں ایک ایسی بات ہے جس کا سمجھنا میری عقل سے بالا ہے۔

میں مولوی صاحب کے مطالبہ کا جواب پہلے دے چکا ہوں۔ مجھے نہ ان کے جلسہ میں جانے کی خواہش ہے اور نہ اس کی کچھ ضرورت معلوم ہوتی ہے ہمیں جہاں تک خدا تعالیٰ توفیق دیتا ہے غیر مبائعین تک اپنے خیالات پہنچاتے رہتے ہیں اور جس وقت مزید ضرورت محسوس ہوگی خدا نے جو توفیق دی ہے اس کے مطابق سامان جمع کریں گے۔ ہم سے خدا تعالیٰ ہرگز یہ سوال نہیں کرے گا کہ تم نے مولوی محمد علی صاحب سے ان کے جلسہ میں جا کر تقریر کرنے کی خواہش کی یا نہیں۔ پس جبکہ ہم حسبِ ضرورت غیر مبائعین کو اور دوسرے لوگوں کو بھی اپنے خیالات پہنچا رہے ہیں اور جو نہ سُنے وہ خود گنہگار ہوتا ہے تو مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں مولوی صاحب کے جلسہ پر جاؤں۔ یہ خواہش تو ان کے دل میں پیدا ہو رہی ہے کہ وہ ہماری جماعت کو اپنے خیالات سنائیں۔ میں نے ان کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے حالانکہ اس کا پورا کرنا شریعت مجھ پر واجب نہیں کرتی ان کو دعوت دی تھی کہ جلسہ کے ایام کے سِوا کسی اور موقع پر قادیان آ کر تقریر کرنے کا موقع دے سکتا ہوں۔ اگر انہیں یہ دعوت منظور ہو تو وہ بخوشی تشریف لائیں اگر نہیں تو ان کی مرضی۔

غرض یہ خواہش مولوی صاحب کی ہے بار بار مطالبہ وہ کر رہے ہیں مگر دعوت وہ اب مجھے دے رہے ہیں صرف دنیا کو یہ بتانے کے لئے کہ گویا وہ بڑے وسیع الحوصلہ ہیں۔ حالانکہ اس میں وُسعتِ حوصلہ کا کوئی سوال نہیں ان کے جلسہ پر ہوتے ہی کتنے لوگ ہیں۔ ان کے جلسہ کی تو میرے جانے سے رونق ہی بڑھے گی پس حقیقت کو دیکھنے والا کوئی شخص اس کا نام وُسعتِ حوصلہ نہیں رکھ سکتا۔ اپنی جماعت کے جتنے آدمیوں کو وہ میری تقریر سنوانے کا وعدہ کرتے ہیں۔ میں ذمہ لیتا ہوں کہ قادیان میں ان کی تقریر میں ان سے زیادہ آدمی ہوں گے وہ اپنے خیالات ان تک پہنچا کر اِس بات کی تسلی کر سکتے ہیں کہ احمدیہ جماعت تک ان کے خیالات پہنچ گئے ہیں۔ لیکن اگر قادیان کی جماعت کو وہ اس لئے اپنے خیالات سنانا پسند نہیں کرتے کہ وہ ایسی ہے جیسی اپنے ایک حال کے خطبہ میں انہوں نے بیان کیا ہے تو میں انہیں کہنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے پہل کر کے مؤمنوں کی جماعت پر حملہ کیا ہے۔ میں بھی انہیں ویسا ہی سمجھتا ہوں جیسا کہ انہوں نے قادیان کی جماعت کو کہا اور جس طرح وہ قادیان کی جماعت کو خطاب کے قابل نہیں سمجھتے اسی طرح مَیں بھی مولوی صاحب کو خطاب کے قابلِ نہیں سمجھتا۔ وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

(الفضل ۱۸ر دسمبر ۱۹۴۱ء)

---

۱ تذکرہ۔ صفحہ ۵۱۸۔ ایڈیشن چہارم
۲،۳ پیغام صلح ۱۲ر جولائی ۱۹۴۱ء صفحہ ۵
۴،۵ پیغام صلح ۱۲ر جولائی ۱۹۴۱ء صفحہ ۵
۶ الصف: ۴
۷ پیغام صلح ۱۲ر جولائی ۱۹۴۱ء صفحہ ۵
۸ پیغام صلح ۳۰ر جولائی ۱۹۴۰ء صفحہ ۷
۹ پیغام صلح ۳۰ر جولائی ۱۹۴۰ء صفحہ ۶
۱۰ پیغام صلح ۱۷ر جنوری ۱۹۳۸ء
۱۱ **خروار**: ڈھیر
۱۲ پیغام صلح ۹ر اگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۶
۱۳ پیغام صلح ۳ر اگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۳
۱۴ مشکوٰۃ کتاب الفتن باب نزول عیسیٰ

۱۵ پیغام صلح ۲۶ راگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۷
۱۶ پیغام صلح ۵ ردسمبر ۱۹۱۶ء صفحہ ۳، ۴
۱۷ سر الخلافہ صفحہ ۳۸ نظارت اشاعت ربوہ
۱۸ پیغام صلح ۱۲ رجون ۱۹۴۰ء صفحہ ۷
۱۹ پیغام صلح ۱۲ رجولائی ۱۹۴۱ء صفحہ ۵
۲۰ انوار العلوم جلد ۴ صفحہ ۱۴۵ تا ۱۴۹۔ ایڈیشن اول
۲۱، ۲۲ ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۰۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۲۰
۲۳ ازالہ اوہام صفحہ ۱۱۶۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۱۶
۲۴ انجام آتھم صفحہ ۲۸ حاشیہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۸ حاشیہ
۲۵ سراج منیر صفحہ ۵، ۶۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۵، ۶
۲۶ ازالہ اوہام صفحہ ۲۱۶ نقل کردہ مولوی محمد علی صاحب
۲۷ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۸۰۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۶۶
۲۸ ازالہ اوہام صفحہ ۲۱۶۔ روحانی خزائن جلد ۳
۲۹ ابن ماجه ابواب الفتن باب شدة الزمان
۳۰ مسلم كتاب الفتن باب ذكر الدجال
۳۱ الانبياء: ۹۷
۳۲ انجام آتھم صفحہ ۱۲۹۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۹
۳۳ پیغام صلح ۱۲ رجولائی ۱۹۴۱ء صفحہ ۶
۳۴ ترمذی كتاب الفتن باب ماجاء فی فِتْنَةِ الدَّجال
۳۵ مسلم كتاب الفتن باب ذكر الدجال، ابن ماجه كتاب الفتن باب فتنة الدجال و خروج عيسٰى ابن مريم (الخ)
۳۶ سراج منیر صفحہ ۳ نقل کردہ مولوی محمد علی صاحب
۳۷ سراج منیر صفحہ ۵، ۶۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۵، ۶
۳۸ انجام آتھم صفحہ ۲۷ حاشیہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۷ حاشیہ
۳۹ انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۷، ۲۸۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۷، ۲۸ حاشیہ

۴۰؎ براھین احمدیہ جلد ۵۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۰۵، ۳۰۶

۴۱؎ براھین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۰۶

۴۲؎ چشمۂ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۴۱

۴۳؎ ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۸

۴۴؎ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۲۳۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۲۵

۴۵؎ ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۵۵۵۔ جدید ایڈیشن

۴۶؎ الوصیت صفحہ ۱۳۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۱۱

۴۷؎ ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۸

۴۸؎ حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۰۳

۴۹؎ ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۴۴۷۔ جدید ایڈیشن

۵۰؎ چشمۂ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۱۸۹

۵۱؎ تجلّیاتِ الٰہیہ صفحہ ۲۰۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۱۲

۵۲؎ براھین احمدیہ جلد ۵۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۰۶

۵۳؎ ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۶۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۱۰

۵۴؎ چشمۂ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۳۲

۵۵؎ نزول المسیح صفحہ ۸۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۶۰

۵۶؎ ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵ حاشیہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۹ حاشیہ

۵۷؎ تجلیاتِ الٰہیہ صفحہ ۲۰۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۱۲

۵۸؎ ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۴۴۷

۵۹؎ الحکم ۱۷/ اگست ۱۸۹۹ء صفحہ ۶

۶۰؎ ضمیمہ براھین احمدیہ جلد ۵ صفحہ ۳۰۶۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۰۶

۶۱؎ پیغام صلح ۱۲/ جولائی ۱۹۴۱ء صفحہ ۷۔ مفہوماً

۶۲؎ پیغام صلح ۱۲/ جولائی ۱۹۴۱ء صفحہ ۷

۶۳؎ ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۲۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۱۳

۶۴؎ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۴۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۰۶

۶۵ مریم : ۵۷ ۶۶ الصّٰفّٰت: ۱۱۳
۶۷ ازالہ اوہام صفحہ ۲۲۰۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۲۰
۶۸ ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۶۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۱۰، ۲۱۱
۶۹ ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۹
۷۰ حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۴۰۶
۷۱ مسلم کتاب فضائل الصحابة رضی اللّٰہ عنهم باب من فضائل عُمر رضی اللّٰہ عنه
۷۲ ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۹
۷۳ الجنّ: ۲۷، ۲۸
۷۴ ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۸
۷۵ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۳
۷۶ المائدہ: ۱۱۸
۷۷ سراج منیر صفحہ ۳۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۵
۷۸ کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۱ مطبوعہ حلب ۱۹۷۴ء
۷۹ حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۵۳
۸۰ انجامِ آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۷ حاشیہ
۸۱ تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۰۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۱۲ (مفہوماً)
۸۲ حقیقۃ النبوۃ انوار العلوم جلد ۲ صفحہ ۳۷۷
۸۳ حقیقۃ النبوۃ انوار العلوم جلد ۲ صفحہ ۳۷۸
۸۴ حقیقۃ النبوۃ انوار العلوم جلد ۲ صفحہ ۳۷۷
۸۵ پیغام صلح ۱۲ / جولائی ۱۹۴۱ء صفحہ ۷
۸۶ ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵، ۶۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۹، ۲۱۰
۸۷
۸۸ توضیح مرام صفحہ ۱۲۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۶۰
۸۹ پیغام صلح ۱۲ / جولائی ۱۹۴۱ء صفحہ ۸
۹۰، ۹۱ پیغام صلح ۴ / اپریل ۱۹۴۱ء صفحہ ۶

۹۲ مواھب الرحمٰن صفحہ ۶۹۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۸۵
۹۳ حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۰ حاشیہ
۹۴ حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۴ حاشیہ
۹۵ پیغام صلح ۱۲/ جولائی ۱۹۴۱ء صفحہ ۸
۹۶ الذکر الحکیم نمبر ۴ صفحہ ۹
۹۷ الذکر الحکیم نمبر ۴ صفحہ ۱۷
۹۸ حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۵۲ تا ۱۵۴
۹۹ شناختِ مامورین از مولوی محمد علی صاحب صفحہ ۲۰ مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۱۹ء
۱۰۰ تجلیاتِ الٰہیہ صفحہ ۲۰ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۱۲
۱۰۱ الصف: ۱۰
۱۰۲ ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۴۱۶۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۱۶
۱۰۳ زلزال ۲ تا ۶
۱۰۴ بیان القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۸۹۷ مطبوعہ لاہور ۱۳۴۲ھ
۱۰۵ بیان القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۸۹۷۔ از مولوی محمد علی صاحب مطبوعہ لاہور ۱۳۴۲ھ
۱۰۶ نزول المسیح صفحہ ۸۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۶۰
۱۰۷ پیغامِ صلح ۱۲/ جولائی ۱۹۴۱ء صفحہ ۸
۱۰۸ پیغامِ صلح ۸/ اگست ۱۹۴۱ء صفحہ ۵
۱۰۹ البقرۃ: ۱۵۷